

Az-Zariat ٱلذَّرِيَات

بِسَمِ ٱللهِ ٱلرَّحَمُنِ ٱلرَّحِيمِ

In the name of Allah, Most Gracious, Most Merciful

#### Name

It is derived from the very first word wadh-dhariyat, which implies that it is a Surah which begins with the word adh-dhariyat.

### **Period of Revelation**

The subject matter and the style clearly show that it was revealed in the period when although the Prophet's (peace be upon him) invitation was being resisted and opposed with denial and ridicule and false accusations stubbornly, persecution had not yet started. Therefore, this Surah also seems to have been revealed in the same period in which

the Surah Qaf was revealed.

## **Subject Matter and Topics**

\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*

The Surah mostly deals with the Hereafter, and in the end it presents the invitation to Tauhid. In addition, the people have also been warned that refusal to accept the message of the Prophets and persistence in the concepts and creeds of ignorance have proved to be disastrous for those nations themselves which have adopted this attitude and way of life in the past.

About the Hereafter what this Surah presents in short but pithy sentences is this: The people's different and conflicting beliefs about the end of human life themselves an express proof that none of these beliefs and creeds is based on knowledge. Everyone by himself has formed an ideology on the basis of conjecture and made the same his creed. Someone thought that there would be no life-after-death; someone believed in the life-after-death, but in the form of the transmigration of souls, someone believed in the life hereafter and the meting out of the rewards and punishments but invented different sorts of props and supports to escape retribution. About a question of such vital and fundamental importance a wrong view of which renders man's whole life-work wrong and waste and ruins his future forever, it would be a disastrous folly to build an ideology only on the basis of speculation and conjecture without knowledge. It would mean that man should remain involved in a grave misunderstanding, pass his whole life in the heedlessness of error, and after death should suddenly meet with a situation for which he had

made no preparation at all. There is only one way of forming the right opinion about such a question, and it is this: Man should seriously ponder over the knowledge about the Hereafter that the Prophet (peace be upon him) of Allah is conveying to him from Him, and should study carefully the system of the earth and heavens and his own existence, and should see whether the evidence of that knowledge's being sound and correct is afforded by everything around him or not. In this regard, the arrangement of the wind and rain, the structure of the earth and the creatures found on it, man's own self, the creation of the heavens and of everything in the world in the form of pairs have been presented as evidence of the Hereafter. Instances have been cited from human history to show that the temper of the empire of the universe requires that the law of retribution must operate here.

\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*

After this, giving the invitation to Tauhid briefly, it has been said: Your Creator has not created you for the service of others but for His own service. He is not like your false gods, which receive sustenance from you and godhead of which cannot function without your help, but He is a God Who is the Sustainer of all, Who does not stand in need of sustenance from anyone and Whose Godhead is functioning by His own power and might.

In this very connection, it has also been stated that whenever the Prophets of Allah have been opposed and resisted, they have not been opposed and resisted on the basis of any rational ground but on the basis of the same obduracy and stubbornness and false pride that is being

shown against the Prophet Muhammad (peace be upon him), and there is no other motive for it than rebellion and arrogance. Then the Prophet (peace be upon him) has been instructed not to bother about the rebels but to go on performing his mission of invitation and admonition, for it is useful and beneficial for the believers although it may not be so for the other people. As for the wicked people who still persist in their rebellion, they should know that their predecessors who followed the same way of life, have already received their shares of the punishment, and these people's share of the punishment has been made ready for them.

نام

پہلے ہی لفظ وَ النَّرِیَات سے ما نوذ ہے۔ مرادیہ ہے کہ وہ سورت جس کی ابتدا لفظ الناریات سے ہوتی

زماية نزول

مضامین اور انداز بیان سے صاف محوس ہوتا ہے کہ یہ سورۃ اس زمانے میں نازل ہوئی ہے جب نبی صلی الله علیہ وسلم کی دعوت کا مقابلہ تکذیب و استراء اور جھوٹے الزامات سے بردے زور شور کے ساتھ ہو رہا تھا، مگر ابھی ظلم و تشدد کی چکی چلنی شروع نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے یہ بھی اسی دور کی نازل شدہ معلوم ہوتی ہے جس میں سورہ '' نازل ہوئی ہے۔

موضوع اور مباحث

اس کا بردا صہ آخرت کے موضوع پر ہے، اور آخر میں توحید کی دعوت پیش کی گئی ہے۔ اس کے ساتھ لوگوں کو اس کا بردا صہ آخرت کے موضوع پر ہے، اور آخر میں توحید کی بات نہ ماننا اور اپنے جاہلانہ تصورات پر اصرار کرنا خود اس بات پر بھی متنبہ کیا گیا ہے کہ انبیاء علیم السلام کی بات نہ ماننا اور اپنے جاہلانہ تصورات پر اصرار کرنا خود انہی قوموں کے لیے تباہ کن ثابت ہوا ہے جنوں نے یہ روش اختیار کی ہے۔

آخرت کے متعلق جو بات اس سورہ کے چھوٹے چھوٹے مگر نہایت پر معنی فقروں میں بیان کی گئی ہے وہ بیہ ہے کہ انسانی زندگی کے مآل وانجام کے بارے میں لوگوں کے مختلف اور متضاد عقیدے خود اس بات کا صریح ثبوت ہیں کہ ان میں سے کوئی عقیدہ بھی علم پر مبنی نہیں ہے بلکہ ہرایک نے قیاساتِ دوڑا کر اپنی جگہ جو نظریہ قائم کر لیا اسی کووہ اپنا عقیدہ بنا کر بیٹے گیا۔ کسی نے سمجھا کہ زندگی بعد موت نہیں ہوگی۔ کسی نے اس کو مانا تو تناسخ کی شکل میں مانا۔ کسی نے حیات اخروی اور جزاء و سزا کو تسلیم کیا تو جزائے اعمال سے بیخے کے لئے طرح طرح کے سمارے تجویز کر لئے ۔اتنے برے اور اہم ترین بنیادی مسئلے پر، جس کے بارے میں آدمی کی رائے کا غلط ہو جانا اس کی پوری زندگی کو غلط کر کے رکھ دیتا ہے اور ہمیشہ ہمبیثہ کے لیے اس کے مستقبل کو برباد کر ڈالتا ہے، علم کے بغیر محض قیاسات کی بنا پر کوئی عقیدہ بنا لینا ایک تباہ کن حاقت ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ آدمی ایک بہت بردی غلط قہمی میں مبتلا رہ کر ساری عمر جاہلانہ غفلت میں گزار دے اور مرنے کے بعد اچانک ایک ایسی صورت مال سے دو چار ہو جس کے لیے اس نے قطعاً کوئی تیاری مذکی تھی۔ ایسے مسئلے کے بارے میں صحیح رائے قائم کرنے کا بس ایک ہی راستہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ انسان کا آخرت کے متعلق جو علم خدا کی طرف سے اس کا نبی دے رہا ہے اس پر وہ سنجیدگی کے ساتھ غور کرے اور زمین و آسمان کے نظام اور خود اپنے وجود پر نگاہ ڈال کر کھلی آمکھوں سے دیکھے کہ کیا اس علم کے صیحے ہونے کی شادت ہر طرف موجود نہیں ہے؟ اس سلسلے میں ہوا اور بارش کے انتظام کو، زمین کی ساخت اور اس کی مخلوقات کو، انسان کے اپنے نفس کو، آسمان کی تخلیق کو، اور دنیا کی تمام اشاء کے جوڑوں کی شکل میں بنائے جانے کو آخرت کی شادت کے طور پر پلیش کیا گیا ہے، اور انسانی تاریخ سے مثالیں دے کر بتایا گیا ہے کہ سلطنت کائنات کا مزاج کس طرح ایک قانون مکافات کا مقتضی نظرآرہا ہے۔ اس کے بعد برے مختصر انداز میں توحید کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ تمہارے غالق نے تم کو دوسروں کی بندگی کے لیے نہیں بلکہ اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔ وہ تمہارے بناوٹی معبودوں کی طرح نہیں ہے جو تم سے رزق کیتے ہیں اور تمہاری مدد کے بغیر جن کی خدائی نہیں چل سکتی۔وہ ایسا معبود ہے جو سب كارزاق ہے، لسى سے رزق لينے كا مختاج نہيں، اور جس كى خدائى خود اس كے اپنے بل بوتے پر عل رہی ہے۔ اسی سلسلے میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ انبیاء علیم السلام کا مقابلہ جب بھی کیا گیا ہے کسی معقول

بنیاد پر نہیں بلکہ اسی ضداور ہٹ دھرمی اور جاہلانہ غرور کی بنیاد پر کیا گیا ہے ہو آج محمہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برتی جا رہی ہے۔ اور اس کی محرک بجز سر کشی کے اور کوئی چیز نہیں ہے۔ چر محمہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ ان سرکشوں کی طرف التفات نہ کریں اور اپنی دعوت و تذکیر کا کام کیے جائیں، کیونکہ وہ ان لوگوں کے لیے چاہیے مافع نہ ہو، مگر ایمان لانے والوں کے لیے مافع ہے۔ رہے وہ ظالم جو اپنی سرکشی پر مصر رہیں، تو ان سے پہلے اسی روش پر چلنے والے اپنے جسے کا عذاب پاچکے ہیں اور ان کے جسے کا عذاب پاچکے ہیں اور ان کے جسے کا عذاب بیا چکے ہیں اور ان کے جسے کا عذاب تیار ہے۔

In the name of Allah, الله کے نام سے ہو بہت مہربان بِسُمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ Most Gracious, نهایت رحم والا ہے۔ Most Merciful. 1. By those قتم ہے ان (ہواؤں) کی جو بکھیر وَالنَّهِ لِيتِ ذَهُوًا ١ (winds) that دیتی ہیں اڑا کر۔ scatter, blowing it. پھر ان کی جو اٹھاتی ہیں ہوچھ 2. Then those that فَالْحُلِمِلْتِ وِقُرًا ﴿ اللَّهِ اللّ carry the burden ( بادلول کا) ۔ <sup>\*1</sup> (of clouds). \*1

\*1 All the commentators agree that adh-dhariyat implies the winds that disperse and raise up the dust, and al-hamilati wiqran implies the winds that lift up millions of tons of water vapors from the oceans in the form of clouds. This same commentary has been reported from Umar, Ali, Abdullah bin Abbas, Abdullah bin Umar, and also from Mujahid, Saeed bin Jubair, Hasan Basri, Qatadah, Suddi and other scholars.

1\* اس امر پرتمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ الذاریات سے مراد پراگندہ کرنے والی اور گردو غبار اڑانے والی ہوائیں ہیں ہوتھ اٹھانے والیوں) سے مراد وہ ہوائیں ہیں جو سمندروں سے ہوائیں ہیں، اور اَلْحَامِ وَقُراً، ( بھاری بوجھ اٹھانے والیوں ) سے مراد وہ ہوائیں ہیں جو سمندروں سے

لاکھوں کروڑوں کیلن پانی کے بخارات بادلوں کی شکل میں اٹھا لیتی ہیں۔ یہی تفسیر صفرت عمر، صفرت علی، صفرت علی، صفرت عبد الله بن عبد الله عبد منقول ہے۔

# 3. Then those sailing with ease.





4. Then those that distribute by the command (rain).\*2

پھران کی جو تقیم کرتی ہیں امر (بارش) کو۔\*\*



\*2 The commentators have disputed the commentary of aljariyati yusran and al-muqassimati amran. One group has preferred the view, or held this meaning as admissible, that by these two also are meant the winds; that is, the same very winds then transport the clouds, and spreading over different parts of the earth, distribute the water as and where required according to Allah's command, The other group holds that al-jariyati yusran implies fast moving boats, and al-muqassimati amran implies the angels who distribute among the creatures their shares of the provisions according to Allah's command. According to a tradition, Umar explained this very meaning of these two sentences and said: Had I not heard this from the Prophet (peace be upon him), I would not have mentioned it. On this very basis, Allama Alusi has expressed the opinion that it is not permissible to take any other meaning of these sentences than this, and those who have taken any other meaning, have taken undue liberties. But Hafiz Ibn Kathir says that this tradition has weak links of the transmitters and on its basis it cannot be said with absolute certainty

that the Prophet (peace be upon him) might himself have given this commentary of these sentences. There is no doubt that from a good number of the companions and their immediate followers only this second commentary has been reported, but a good number of the commentators have given the first commentary also, and it fits in better with the context. Shah Rafiuddin, Shah Abdul Qadir and Maulana Mahmud-ul-Hasan also have preferred the first meaning in their translations of the Quran.

2\* أَلِحَامِ يَاتِ يُسُواً اوم اَلْمُقَسِّمْتِ آَمُواً كَي تَفْير مِين مفرين كے درميان اختلاف ہے۔ ايك گروہ نے اس بات کو ترجیح دی ہے، یا یہ مفہوم لینا جائز رکھا ہے کہ ان دونوں سے مراد بھی ہوائیں ہی ہیں، یعنی یہی ہوائیں پھر بادلوں کو لے کر چلتی ہیں اور پھر روئے زمین کے مختلف حصوں میں پھیل کر الله تعالیٰ کے حکم کے مطابق، جال جتنا حکم ہوتا ہے، پانی تقیم کرتی ہیں۔ دوسرے گروہ نے الجابِ یَاتِ یُسُراً سے مراد سبک رفتاری کے ساتھ چلنے والی کشتیاں لی ہیں اور المُقَسِّمٰتِ اَمُراَّیے مراد وہ فرشتے لیے ہیں جو الله تعالیٰ کے عکم کے مطابق اس کی مخلوقات کے نصیب کی چیزیں ان میں تقیم کرتے ہیں۔ ایک روایت کی رو سے حضرت عمر رضی الله عنه نے ان دونوں فقروں کا بیہ مطلب بیان کر کے فرمایا کہ اگر میں نے رسول الله صلی الله عليه وسلم سے منہ سنا ہوتا تو میں اسے بیان منہ کرتا۔ اسی بنا پر علامۂ آلوسی اس خیال کا اظہار کرتے ہیں کہ اس کے سوا اُن فقروں کا کوئی اور مطلب لینا جائز نہیں ہے اور جن لوگوں نے کوئی دوسرا مفہوم لیا ہے انہوں نے بے جا جمارت کی ہے۔ لیکن حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند ضعیف ہے اس کی بنیاد پر قطعیت کے ساتھ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فی الواقع حضور ہی نے ان فقروں کی یہ تفسیر فرمائی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ صحابہ و تابعین کی ایک مقدبہ جاعت سے یہی دوسری تفسیر منقول ہے، لیکن مفسرین کی ایک اچھی خاصی جاعت نے پہلی تفییر بھی بیان کی ہے اور سلسلہ کلام سے وہ زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔ شاہ رفیع

الدین صاحب شاہ عبدالقادر صاحب اور مولا نا محمود الحن صاحب نے بھی اپنے ترجموں میں پہلا مفہوم لیا ہے۔

5. Indeed, that which you are promised is surely true. \*3





\*3 The word used in the original is toadoona. If it is derived from waad, the meaning would be: That which you are promised; and if it is from waid, it would mean: That which you are threatened with. As regards the context, the second meaning is preferable, for the addressees are the people who were lost in disbelief, polytheism and sin, and were not prepared to believe that they would be held accountable some time in the future and would be rewarded or punished accordingly. That is why we have taken toadoona in the meaning of waid (threaten) and not of waad (promise).

3\*اصل میں لفظ تُوْعَلُونَ استعال کیا گیا ہے۔ یہ اگر وَعُلَ سے ہوتواس کا مطلب ہو گا ''جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے ''۔ اور وَعِیْن سے ہوتو مطلب یہ ہوگاکہ ''جس چیز سے تم کو ڈرایا جا رہا ہے ''۔ زبان کے لاط سے دونوں مطلب یکماں درست ہیں۔ لیکن موقع و محل کے ساتھ دوسرا مفہوم زیادہ مناسبت رکھتا ہے، کیونکہ مخاطب وہ لوگ ہیں جو کفر و شرک اور فت و فجور میں غرق تھے اور یہ بات ماننے کے لیے تیار نہ تھے کہ کھی ان کو محاسبے اور جزائے اعال سے بھی سابقہ پیش آنے والا ہے۔

And indeed, reward punishment is sure to occur. \*4

وَّ إِنَّ اللَِّيْنَ لُوَ اقِعُ شَيْ اللهِ اللهِ عَنِياً جِوا اور سزا ضرور واقع ہو



\*4 This is the thing for which the oath has been sworn. The oath implies this: The unique order and regularity with which the wonderful system of the rain is functioning

before your eyes, and the wisdom and good reasons which clearly underlie it, testify to the reality that this world is not a meaningless and useless toy-house where the great drama of life is being presented at random since millions and millions of years. But, it is, in fact, a wise system of the highest order in which everything that happens has a purpose and reason behind it. In this system it is not possible that a creature like man should have been given intellect, senses and the powers to exploit things to advantage, should have been granted moral sense to distinguish the good and evil, right and wrong deeds and then might have been left alone foolishly and meaninglessly in the world to behave as he pleased. And that he should never be questioned as to how he had used and employed the powers of the heart and mind and body, the vast means placed at his disposal to work in the world, and the power and authority granted to him to employ the countless creatures of God to his advantage. In this system of the universe where everything is purposeful, how can the creation of a unique being like man only be purposeless? In a system where everything is based on wisdom, how can the creation of man only be useless and futile? The purpose of the creation of those things which do not possess consciousness and intellect is fulfilled in this very physical world. Therefore, it would be right and reasonable if they were destroyed after they had reached the end of their life term, for they have not been granted any powers and authority for which they might have to be called to account. But a creature which possesses intellect and consciousness

\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*

and authority, whose activities are not confined only to the physical world, but are also moral in nature, and whose actions entailing moral consequences do not take place only till the end of life, but continue to register their moral effects on it even after death, cannot be destroyed like plants and animals just after it has fulfilled the function of its physical existence. Whatever good or evil act he has committed by his own will and choice, he must get the reward or suffer the punishment for it justly and equitably. For, this is the basic requirement of the factor under which, contrary to other creatures, he has been endowed with the freedom of choice and will. If he is not held accountable, if he is not rewarded or punished according to his moral acts, and if he is also destroyed at the conclusion of his physical life like the creatures which have been given no freedom of will and choice, his creation would inevitably be altogether futile, and a Wise Being cannot be expected to indulge in a futile exercise.

Besides, there is also another reason for swearing an oath by these four phenomena of the Universe regarding the occurrence of the Hereafter and the meting out of rewards and punishments. The ground on which the deniers of the Hereafter regard the life after death as impossible is this: When we are mixed up with dust after death and our particles have scattered away in the earth, how can it be possible that all these scattered particles of the body are reassembled and we are made to rise up again? The error of this apprehension is by itself removed when we consider deeply the four phenomena of the Universe, which have

been presented as an argument for the Hereafter. The rays of the sun have their effect on all the collections of water on the surface of the earth, where their heat reaches. In this process countless drops of water evaporate from the collection, but they do not become extinct, and every drop remains preserved in the air as vapors. When Allah commands, the same wind gathers the same vapors of the drops together, combines them into thick clouds, spreads those clouds on different parts of the earth and precisely at the time appointed by Allah causes each single drop to fall back to the earth in the form as it was in the beginning. This phenomenon that is occurring before the eyes of man daily testifies that the particles of the bodies of the dead men can also gather together at one command by Allah and the men can be raised up in the shape in which they lived before. Whether these particles are in the dust, or in the water, or in the air, in any case they remain preserved in this very earth and its atmosphere. Why should it be difficult for the God Who gathers together the vapors of water after they had dispersed in the air, by means of the same air, and then causes them to rain as water, to gather together the scattered particles of the human bodies from the air, water and earth and then combine them in their original form and shape?

4\* یہ ہے وہ بات جس پر قسم کھائی گئی ہے۔ اس قسم کا مطلب یہ ہے کہ جس بے نظیر نظم اور باقاعدگی کے ساتھ بارش کا یہ عظیم الثان ضابطہ تمہاری آئی محصول کے سامنے علی رہا ہے، اور جو حکمت اور مصلحتیں اس میں صریح طور پر کار فرما نظر آتی ہیں، وہ اس بات پر گواہی دے رہی ہیں کہ یہ دنیا کوئی بے مقصد اور بے معنی گھروندا نہیں ہے جس میں لاکھوں کروڑوں برس سے ایک بہت بڑا کھیل بس یوں ہی الل بپ ہوئے جا رہا

ہو، بلکہ یہ در حقیقت ایک کال درجے کا حکیانہ نظام ہے جس میں ہر کام کسی مقصد اور کسی مصلحت کے لئے ہورہا ہے۔ اس نظام میں یہ کسی طرح مِمکن نہیں ہے کہ یہاں انسان جیسی ایک مخلوق کو عقل، شور، تمیز اور تصرف کے اختیارات دے کر، اس میں نیکی و بدی کی اخلاقی حس پیدا کر کے، اور اسے ہر طرح کے اچھے اور برے، صیح اور غلط کاموں کے مواقع دے کر، زمین میں من مانی کرنے کے لیے محض فضول اور لا یعنی طریقے سے چھوڑ دیا جائے، اور اس سے تبھی بیہ باز پرس نہ ہوکہ دل و دماغ اور جسم کی جو قوتیں اس کو دی گئی تھیں، دنیا میں کام کرنے کے لیے جو وسیع ذرائع اس کے حوالے کیے گئے تھے، اور خدا کی بے شار مخلوقات پر تصرف کے جو اختیارات اسے دیے گئے تھے،انکو اس نے کس طرح استعال کیا۔ جس نظام کائنات میں سب کچھ با مقصد ہے، اس میں صرف انسان جیسی عظیم مخلوق کی تخلیق کیسے بے مقصد ہو سکھی ہے! جس نظام میں ہرچیز مبنی بر حکمت ہے اس میں تنها ایک انسان ہی کی تخلیق کیسے فضول اور عبث ہو سکتی ہے؟ مخلوقات کی جو اقسام عقل و شور نہیں رقصتیں ان کی تخلیق کی مصلحت تواسی عالم طبعی میں پوری ہو جاتی ہے۔ اس لیے اگر وہ اپنی مدت عمر ختم ہونے کے بعد ضائع کر دی جائیں تو یہ عین معقول بات ہے، کیونکہ انہیں کوئی اختیارات دیے ہی نہیں گئے ہیں کہ ان سے محاسبے کا کوئی سوال پیدا ہو۔ مگر عقل و شعور اور اختیارات رکھنے والی مخلوق، جس کے افعال محض عالم طبیعت تک محدود نہیں ہیں بلکہ اخلاقی نوعیت مجھی ر کھتے ہیں، اور جس کے اغلاقی نتائج پیدا کرنے والے اعال کا سلسلہ محض زندگی کی آخری ساعت تک ہی نہیں چاتا بلکہ مرنے کے بعد مبھی اس پر اغلاقی نتائج مرتب ہوتے رہتے ہیں، اسے صرف اس کا طبعی کام ختم ہو جانے کے بعد نباتات و جیوانات کی طرح کیسے ضائع کیا جا سکتا ہے؟ اس نے تواپیے اختیار وارادہ سے جو نیکی یا بدی بھی کی ہے اس کی ٹھیک ٹھیک مبنی برحق وانصاف جزاء اس کولازماً ملنی ہی چاہیے، کیونکہ یہ اس مصلحت کا بنیادی تقاضا ہے جس کے تحت دوسری مخلوقات کے برعکس اسکوایک ذی اختیار مخلوق بنایا گیا ہے۔ اس سے محاسبہ نہ ہو، اس کے اخلاقی اعال پر جزاء و سزانہ ہو، اور اس کو بھی بے اختیار مخلوقات کی طرح عمر طبعی ختم ہونے پر ضائع کر دیا جائے، تو لا محالہ اس کی تخلیق سراسر عبث ہوگی، اور ایک حکیم سے فعل عبث کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

اس کے علاوہ آخرت اور جزاء و سزا کے وقوع پر اِن چار مظاہر کائنات کی قنم کھانے کی ایک اور وجہ بھی ہے۔ منکرین آخرت زندگی بعد موت کو جس بنا پر غیر ممکن سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم جب مرکز خاک میں رل مل جائیں گے اور ہمارا ذرہ ذرہ جب زمین میں منتشر ہو جائے گا تو کیسے ممکن ہے کہ سارے منتشر اجزائے جسم چر الحقے ہو جائیں اور ہمیں دوبارہ بنا کر کھڑا کیا جائے۔ اس شبہ کی غلطی ان چاروں مظاہر کائنات پر غور کرنے سے خود بخود رفع ہو جاتی ہے جنہیں آخرت کے لیے دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ سورج کی شعاعیں روئے زمین کے ان تمام ذخائر آب پر اثر انداز ہوتی ہیں جن تک ان کی حرارت پہنچی ہے۔ اس عمل سے پانی کے بے مدوحیاب قطرے اڑ جاتے ہیں اور اپنے مخزن میں باقی نہیں رہتے۔ مگر وہ فنا نہیں ہوجاتے بلکہ جھاپ بنکر ایک ایک قطرہ ہوا میں محفوظ رہتا ہے۔ چھر جب خدا کا حکم ہوتا ہے تو یہ ہوا ان قطروں کی جھاپ کو سمیٹ لاتی ہے،اس کو کثیف بادلوں کی شکل میں جمع کرتی ہے، ان بادلوں کے لے کر روئے زمین کے مختلف حصوں میں مچھیل جاتی ہے، اور خدا کی طرف سے جو وقت مقرر ہے ٹھیک اسی وقت ایک ایک قطرے کو اسی شکل میں جس میں وہ پہلے تھا، زمین پر واپس پہنچا دیتی ہے۔ یہ منظر جو آئے دن انسان کی آنکھوں کے سامنے سے گزررہا ہے، اس بات کی شادت دیتا ہے کہ مربے ہوئے انسانوں کے اجزائے جسم بھی الله تعالیٰ کے ایک اشارے پر جمع ہو سکتے ہیں اور ان انسانوں کو اسی شکل میں چھر اُٹھا کھڑا کیا جا سکتا ہے جس میں وہ پہلے موجود تھے۔ یہ اجزا خواہ مٹی میں ہوں، یا یانی میں، یا ہوا میں، بہر حال رہتے اسی زمین اور اس کے ماحول ہی میں ہیں۔ جو خدا یانی کے بخارات کو ہوا میں منتشر ہو جانے کے بعد پھراسی ہوا کے ذریعہ سے سمیٹ لاتا ہے اور انہیں چرپانی کی شکل میں برسا دیتا ہے، اس کے لیے انسانی جسموں کے بھرے ہوئے اجزاء کو ہوا، یانی اور مٹی میں سے سمیٹ لانا اور پھر سابق شکلوں میں جمع کر دینا آخر کیوں مشکل ہو؟

7. By the heaven of pathways. \*5

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ الْحَبُكِ الْحَبُكِ الْحَبُكِ الْحَبَاكِ الْحَبْكِ الْحَبْعِ الْحَبْكِ الْحَبْلِكِ الْحَبْكِ الْحَبْلِقِ الْعِلْمِ الْحَبْلِقِ الْحَبْلِقِ الْحَبْلِقِ الْحَبْلِقِ الْحَبْ

\*5 The word *hubuk* in the original is also used for the paths and for the waves which are produced on the sand of the desert and the surface of stagnant water by the wind; it is also spoken for the curls in wavy hair. Here, the sky has been characterized by *hubuk* either because the sky is often overcast with clouds of different shapes, which go on changing because of the wind, and no shape lasts nor resembles any other, or because at night one sees the stars scattered in the sky in many different combinations and no combination resembles any other combination.

5\*اصل میں لفظ ذاتِ الحبیک استعال ہوا ہے۔ حبک راستوں کو بھی کہتے ہیں۔ ان اہروں کو بھی کہتے ہیں جو ہوا چلنے سے ریگتان کی ریت اور ٹھیرے ہوئے پانی میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور گھونگھر والے بالوں میں جو لئیں سے بن جاتی ہیں ان کے لیے بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ یہاں آسمان کو حبک والا یا تواس لحاظ سے فرمایا گیا ہے کہ آسمان پر اکثر طرح طرح کی شکلوں والے بادل چھائے رہتے ہیں جن میں ہوا کے اثر سے بار بار تغیر ہوتا ہے اور کبھی کوئی شکل نہ خود قائم رہتی ہے، نہ کسی دوسری شکل سے مثابہ ہوتی ہے۔ یا اس بنا پر فرمایا گیا ہے کہ رات کے وقت آسمان پر جب تارہ بھرے ہوتے ہیں تو آدمی دیکھتا ہے کہ ان کی بہت سے مشاب ہیں اور کوئی شکل دوسری شکل سے نہیں ملتی۔

\*6 The oath has been sworn by the sky of various appearances on this difference of views because of the similarity. That is, just as the clouds and the clusters of stars in the sky have different appearances and there is uniformity among them, so are also your views about the

إِنَّكُمْ لَفِي قُولٍ لَّخْتَلِفٍ لِقِينًا تَم مِو بات مِين اثتلاف

Indeed, you

are

differing. \*6

opinion,

this world is eternal and no Resurrection can take place. Another says that this system is not eternal and can come to

Hereafter, each different from the other. Someone says that

an end in the course of time, but whatever becomes extinct,

including man, cannot possibly be resurrected. Another one regards resurrection as possible but holds the belief that man, in order to be requited for his good and evil deeds, is born and reborn again and again in this very world. Someone believes in Hell and Heaven but combines the transmigration of the souls also with it. He thinks that the sinner goes to Hell to suffer the punishment as well as is born and reborn in this world for the sake of the punishment. Someone says that the life in the world is in itself an agony; as long as man's self remains attached to physical life, he goes on dying and taking birth again and again in this very world, and his real salvation is that he should attain annihilation. Someone believes in the Hereafter and Hell and Heaven, but says that God by giving death to His only son on the cross had atoned for the original sin of man, and man will escape the evil consequences of his evil acts by believing in the son. Some other people generally believe in the Hereafter and the meting out of the rewards and punishments but at the same time regard certain holy men as the intercessors, who are such favorites of Allah, or wield such influence with Him, that anyone who attaches himself to them as a disciple can escape the punishment whatever he may do in the world. About these holy men there is also no agreement among their devotees; every group of them has its own separate intercessor. This difference of the views itself is a proof that whenever man has formed an opinion about his own and the world's end, independent of revelation and Prophethood, he has formed it without knowledge;

\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*

otherwise if man in this regard really had some direct means of knowledge there would not have arisen so many different and contradictory beliefs. 6\* اس اقوال پر متفرق شکلوں والے آسان کی قسم تشبیہ کے طور پر کھائی گئی ہے۔ یعنی جس طرح آسان کے بادلوں اور تاروں کے جھرمٹوں کی شکلیں مختلف ہیں اور ان میں کوئی مطابقت نہیں پائی جاتی اسی طرح آخرت کے متعلق تم لوگ بھانت بھانت کی بولیاں بول رہے ہواور ہرایک کی بات دوسرے سے مختلف ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ دنیا ازلی و ابدی ہے اور کوئی قیامت برپا نہیں ہو سکتی۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ نظام عادثِ ہے اور ایک وقت میں یہ جا کر ختم بھی ہو سکتا ہے، مگر انسان سمیت جو چیز بھی فنا ہو گئی، پھر اس کا اعادہ ممکن نہیں ہے۔ کوئی اعادے کو ممکنٰ مانتا ہے، مگر اس کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان اپنے اعمال کے اچھے اور برے نتائج بھگتنے کے لئے بار بار اسی دنیا میں جنم لیتا ہے۔ کوئی جنت اور جہنم کا بھی قائل ہے، مگر اس کے ساتھ تناسخ کو بھی ملاتا رہتا ہے، یعنی اس کا خیال ہیہ ہے کہ گناہ گار جہنم میں بھی جا کر سزا بھگتتا ہے اور پھر اس دنیا میں بھی سزا پانے کے لیے جنم لیتا رہتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ دنیا کی زندگی خود ایک عذاب ہے جب تک انسان کے نفس کو مادی زندگی سے لگاؤباقی رہتا ہے اس وقت تک وہ اس دنیا میں مرمر کر چرجتم لیتا رہتا ہے، اور اس کی تھیقی نجات (نروان) یہ ہے کہ وہ بالکل فنا ہو جائے۔ کوئی آخرت اور جنت وجہنم کا قائل ہے، مگر کھتا ہے کہ خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے کو صلیب پر موت دے کر انسان کے ازلی گناہ کا کفارہ ادا کر دیا ہے، اور اس بیٹے پر ایمان لا کر آدمی اپنے اعمال بدکے برے نتائج سے پچ جائے گا۔ کچھے دوسرے لوگ آخرت اور جزا و سزا، ہر چیز کو مان کر بعض ایسے بزرگوں کو تنفیع تجویز کر لیتے ہیں جواللہ کے ایسے پیارے ہیں، یا الله کے ہاں ایسا زور رکھتے ہیں کہ جو ان کا دامن گرفتہ ہو وہ دنیا میں سب کچھ کر کے بھی سزا سے پچ سکتا ہے۔ ان بزرگ ہستیوں کے بارے میں مجھی اس عقیدے کے ماننے والوں میں اتفاق نہیں ہے،بلکہ ہر ایک گروہ نے اپنے الگ الگ شفیع بنا رکھے ہیں۔ یہ اختلاف اقوال خود ہی اس امر کا ثبوت ہے وحی و رسالت سے بے نیاز ہوکر انسان نے اپنے اور اس دنیا کے انجام پر جب مجھی کوئی رائے قائم کی ہے،علم کے بغیر قائم کی ہے۔ ورنہ اگر انسان کے پاس اس معاملہ میں فی الواقع براہ راست علم کا کوئی ذریعہ ہوتا تو

اتنے مختلف اور متضاد عقیدے پیدا نہ ہوتے۔

Turned away fromit (the Quran) is he who is averse.

يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنُ أُفِكُ ﴿ يَكُونَكُ اللَّهُ اللَّالِي اللَّهُ اللَّا اللَّا اللَّاللَّا اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ ا



\*7 The pronoun of *anhu* in this sentence either turns to the meting out of the rewards and punishments, or to various views. In the first case, it means: The meting out of the rewards has to take place, in spite of your holding different beliefs about it; but only such a person is perverted from it who has turned away from the truth. In the second case, the meaning is: Only such a one is misled by these different views, who has turned away from the truth.

7\* اصل الفاظ میں یُؤُفّک عَنْهُ مَنْ أُفِکَ اس فقرے میں عَنْهُ کی ضمیر کے دو مرجع ہو سکتے ہیں۔ ایک جزائے اعال۔ دوسرے قول مختلف۔ پہلی صورت میں اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ '' جزائے اعال کو تو ضرور پیش آنا ہے، تم لوگ اس کے بارے میں طرح طرح کے مختلف عقیدے رکھتے ہو، مگر اس کو ماننے سے وہی شخص برگشتہ ہوتا ہے جو حق سے پھرا ہوا ہے۔ '' دوسری صورت میں مطلب یہ ہے کہ '' ان مختلف اقوال سے وہی شخص گمراہ ہوتا ہے جو دراصل حق سے برگشتہ ہے ''

10. Destroyed are those who judge by conjecture. \*8

ہلاک کردیے گئے وہ جو ہیں اُلکل دوڑانے والے \_8\*



\*8 Here the Quran is warning man of an important truth. To judge or make an estimate on the basis of conjecture and speculation in the ordinary matters of worldly life may be useful to some extent, although it would be no substitute for knowledge, but it would be disastrous to make estimates

and give judgments merely according to one's conjectures and speculations in a question of such fundamental nature and importance as whether we are, or are not, responsible and accountable to anyone for the deeds and actions of our lifetime, and if we are, to whom are we accountable, when and what shall be the accountability, and what will be the consequences of our success and failure in that accountability. This is not a question on which man may form an estimate merely according to his conjecture and speculation and then stake his entire life capital on the gamble. For if the conjecture proves to be wrong, it would mean that the man has doomed himself to utter ruin. Furthermore, this question is not at all included among those questions about which one may form a right opinion by the exercise of analogy and conjecture, For conjecture and analogy can work only in those matters which are perceptible for man, whereas this is a question which does not come under perception in any way. Therefore, it is not at all possible that a conjectural and analogical judgment about it may be right and correct. As for the question: What is the right way for man to form an opinion about the matters which are no perceptible and incomprehensible in nature? this has been answered at many places in the Quran, and from this Surah also the same answer becomes obvious, and it is this:

- (1) Man himself cannot reach the reality directly.
- (2) Allah gives the knowledge of the reality through His Prophets.
- (3) Man can ascertain the truth of that knowledge in this

way: he should study deeply the countless signs that are found in the earth and heavens and in his own self, then consider seriously and impartially whether those signs testify to the reality that the Prophet bas presented, or to the different ideologies that the other people have presented in this regard.

This is the only method of scientific investigation about God and the Hereafter that has been taught in the Quran. Doomed would be the one who discarded this method and followed his own analogies and conjectures.

8\*ان الفاظ میں قرآن مجید ایک اہم حقیقت پر انسان کو متنیبہ کر رہا ہے۔ قیاس و گان کی بنا پر کوئی اندازہ کرنا یا تخمینہ لگانا، دنیوی زندگی کے چھوٹے چھوٹے معاملات میں توکسی مدتک علی سکتا ہے، اگر چپہ علم کا قائم مقام چر بھی نہیں ہو سکتا، لیکن اتنا برا بنیادی مسئلہ کہ ہم اپنی پوری زندگی کے اعال کے لیے کسی کے سامنے ذمہ دار وجواب دہ ہیں یا نہیں، اور ہیں توکس کے سامنے، کب اور کیا جوابدہی ہیں کرنی ہوگی، اور اس جوابدہی میں کامیابی وناکامی کے نتائج کیا ہوں گے، یہ ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ اس کے متعلق آدمی محض اینے قیاس وگان کے مطابق ایک اندازہ قائم کر لے اور پھراسی جونے کے داؤں پر اپنا تمام سرمایہ حیات لگا دے۔ اس لئے کہ یہ اندازہ اگر غلط نکلے تواس کے معنی یہ ہول گے کہ آدمی نے اپنے کوبالکل تباہ و برباد کر لیا۔ مزید برآل یہ مسئلہ سرے سے ان مسائل میں سے ہے ہی نہیں جن کے بارے میں آدمی محض قیاس اور ظن و تخین سے کوئی صیح رائے قائم کر سکتا ہو۔ کیونکہ قیاس ان امور میں چل سکتا ہے جو انسان کے دائرہ محوسات میں شامل ہوں، اور یہ مسئلہ ایسا ہے جس کا کوئی پہلو بھی محوسات کے دائرے میں نہیں آیا۔لہذا یہ بات ممکن ہی نہیں ہے کہ اس کے بارے میں کوئی قیاسی اندازہ صحیح ہو سکے۔ اب رہایہ سوال کہ پھر آدمی کے لیے ان ماورائے میں وادراک مسائل کے بارے میں رائے قائم کرنے کی صیح صورت کیا ہے، تواس کا جواب قرآن مجید میں مگہ میہ بیہ دیا گیا ہے، اور خود اس سورۃ سے بھی یہی جواب مترتبح ہوتا ہے کہ (1) انسان براہ راست خود

حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا، (2) حقیقت کا علم الله تعالیٰ اپنے نبی کی ذریعہ سے دیتا ہے، اور (3) اس علم

کی صحت کے متعلق آدمی اپنا اطمینان اس طربقہ سے کر سکتا ہے کہ زمین اور آسمان اور خود اس کے اپنے آفس میں جو بے شار نشانیاں موجود ہیں ان پر غائر نگاہ ڈال کر دیکھے اور پھر بے لاگ طرز پر سوچے کہ یہ نشانیاں آیا اس حقیقت کی شمادت دے رہی ہیں جو نبی بیان کر رہا ہے، یا ان مختلف نظریات کی تائید کرتی ہیں جو دوسرے لوگوں نے اس کے بارے میں پیش کیے ہیں؟ خدا اور آخرت کے متعلق علمی تحقیق کا یہی ایک طربقہ ہے جو قرآن میں بتایا گیا ہے۔ اس سے ہٹ کر جو بھی اپنے قیاسی اندازوں پر چلا وہ مارا گیا۔

11. Those who in ignorance are unmindful.\*9

\*9 That is, they do not know what fate they are heading for on account of their wrong conjectures, whereas every way that is adopted with a wrong view of the Hereafter only leads to ruin. He who is a denier of the Hereafter is not at all preparing himself for any accountability and is engrossed in the thought that there would be no life after death, whereas the time would suddenly come when against all this expectations he would open his eyes in the new life and he would realize that there he has to render an account of each of his acts and deeds. The person who is spending his life under the idea that he would come back to this very world after death, will come to know as soon as he dies that all doors of return are closed, that there is no chance of compensating for the misdeeds of the previous life by any new actions, and that there is another life ahead in which he has to meet with and suffer the consequences of his worldly life for ever after. The person who commits suicide in the hope that after he has destroyed his self and its desires he would escape the agony of life in the form of total

annihilation, will find as soon as he passes through the gate of death that there is an everlasting life ahead and not mortality, where he has to explain as to why he had been straining every nerve to destroy the self that he had been blessed with instead of developing and adorning it in every possible way. Likewise, the one who continued committing disobedience of Allah throughout life, placing, reliance upon some son of Allah's becoming an atonement or some holy one's becoming an intercessor, will come to know as soon as he appears before Allah that there is neither any atoner there nor anyone wielding such influence and power that he may save him from Allah's grasp and punishment by means of his own power and influence. Thus, all these conjectural creeds are, in fact, an opiate under the intoxication of which these people are lying senseless, and do not know where they are being misled by the ignorance which they have adopted by rejecting the true knowledge given by God and His Prophets.

9\* یعنی انہیں کچے پہ نہیں ہے کہ اپنے ان فلط اندازوں کی وجہ سے وہ کس انجام کی طرف چلے جا رہے ہیں۔ ان اندازوں کی بنا پر جوراسۃ بھی کسی نے افتیار کیا ہے وہ سیدھاتیا ہی کی طرف جاتا ہے۔ جو شخص آخرت کا منکر ہے وہ سرے سے کسی جوابدہی کی تیاری ہی نہیں کر رہا ہے اور اس خیال میں مگن ہے کہ مرنے کے بعد کوئی دوسری زندگی نہیں ہوگی، مالانکہ اپانک وہ وقت آ جائے گا جب اس کی توقعات کے بالکل خلاف دوسری زندگی میں اس کی آنکھیں کھلیں گی، اور اسے معلوم ہو گا کہ یماں اس کو اپنے ایک ایک عل کی جواب دہی کرنی ہے۔ جو شخص اس خیال میں ساری عمر کھپارہا ہے کہ مرکز پھر اسی دنیا میں واپس آؤں گا اسے مرتے ہی معلوم ہو جائے گا کہ اسکی واپسی کے سارے دروازے بند ہیں، کسی نے عل سے پچھلی زندگی کے مرتے ہی معلوم ہو جائے گا کہ اسکی واپسی کے سارے دروازے بند ہیں، کسی نے عل سے پچھلی زندگی کے اسے اپنی اعال کی تلافی کا اب کوئی موقع نہیں، اور آگے ایک اور زندگی ہے جس میں ہمیشہ کے لیے اسے اپنی

دنیوی زندگی کے نتائج دیکھنے اور مجھگتنے ہیں۔ جو شخص اس امید میں اپنے آپ کو ہلاک کیے ڈالٹا ہے کہ نفس اور اس کی خواہشات کو جب پوری طرح مار دونگا تو فنائے محض کی شکل میں مجھے عذاب ہستی سے نجات مل جائے گی، وہ موت کے دروازے سے گزرتے ہی دیکھ لے گاکہ آگے فنا نہیں بلکہ بقاہے اور اسے اب اس امر کی جوابدہی کرنی ہے کہ کیا تجھے وجود کی تعمت اسی لیے دی گئی تھی کہ تواسے بنانے اور سنوارنے کے بجائے مٹانے میں اپنی ساری مختتیں صرف کر دیتا؟ اسی طرح جو شخص کسی ابن الله کے کفارہ بن جانے یا کسی بزرگ ہستی کے شفیع بن جانے پر جھروسہ کر کے عمر جھر خدا کی نا فرمانیاں کرتا رہا اسے خدا کے سامنے پہنچتے ہی پہتہ چل جائے گاکہ یماں نہ کوئی کسی کا کفارہ اداکرنے والا ہے اور نہ کسی میں یہ طاقت ہے کہ اپنے زور سے یا اپنی مجوبیت کے صدقے میں کسی کو خدا کی پکرا سے بچا لے۔ پس یہ تمام قیاسی عقیدے در حقیقت ایک افیون ہیں جس کی پینگ میں یہ لوگ بے سدھ پڑے ہوئے ہیں اور انہیں کچھ خبر نہیں ہے کہ خدا اور انبیاء کے دیے ہوئے صیح علم کو نظر انداز کر کے اپنی جس جالت پریہ مگن ہیں وہ انہیں کدھر لیے جا رہی

# 12. They ask: When will be the Day of Recompense.

پوچھتے ہیں وہ کہ کب ہو گا برا کا

يَسُلُون اَيَّانَ الرِّيْنِ ﴿

13. The Day when they, over the Fire, will be tormented.

وہ دن جب وہ آگ میں تیائے

يَوْمَ هُمُ عَلَى النَّامِ يُفْتَنُونَ

ائیں گے۔

\*10 The disbelievers did not ask the question: "When will be the Resurrection" for the sake of seeking knowledge but for the purpose of taunt and ridicule. That is why they have been given such an answer. It is just like the taunting reaction of the wicked person who is admonished to desist from his immoral deeds, otherwise he would meet with the

\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*

evil consequences of those deeds one day, and he asks in jest: When will that day be? Obviously, such a question is not asked to know the date of the occurrence of the evil end but to make fun of the admonition. Therefore, its right answer is that it will occur when the evildoers will meet with their doom. Besides, one should also understand well that if a denier of the Hereafter is discussing the question of the Hereafter sensibly, he can dispute the arguments in favor and against it, but he can never ask the question: On what date will the Hereafter occur, unless he has lost all reason. Whenever he puts such a question, it will only be as a taunt and ridicule. For it does not at all affect the real discussion whether the date of the occurrence of the Hereafter is stated or not. No one can deny the Hereafter only because the year and the month and the day of its occurrence have not been given, nor can one believe in it on hearing that it will occur on such and such a day of such and such a month and year. The date is no argument that may cause a denier to be convinced of its coming, for after that the question will arise: How can one believe whether on that particular day the Hereafter will actually occur? 10\* کفار کا بیہ سوال کہ روز جزاء کب آئے گا، علم حاصل کرنے کے لیے نہ تھا بلکہ طعن اور استزاء کے طور پر تھا، اس لیے ان کو جواب اس اندازے سے دیا گیا۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے آپ کسی شخص کو بدکر داریوں سے بازینہ آنے کی نصیحت کرتے ہوئے اس سے کہیں کہ ایک روزان حرکات کا نتیجہ دیکھوگے، اور وہ اس پر ایک مصملاً مارکر آپ سے پوچھے کہ حضرت، آخر وہ دن کب آئے گا؟ ظاہر ہے کہ اس کا یہ سوال اس برے انجام کی تاریخ معلوم کرنے کے لیے نہیں بلکہ آپ کی تصبیحوں کا مذاق اڑانے کے لیے ہوگا۔ اس لیے اس کا صیلح جواب میسی ہے کہ وہ اس روز آئے گا جب تہماری شامت آئے گی۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی اچھی

طرح سمجھ لینی جاہیے کہ آخرت کے مسئلے پر اگر کوئی منکر آخرت سنجیدگی کے ساتھ بحث کر رہا ہو تو وہ اس کے موافق و مخالف دلائل پر توبات کر سکتا ہے، مگر جب تک اس کا دماغ بالکل ہی خراب یہ ہوچکا ہو، یہ سوال وہ تحہمی نہیں کر سکتا بتاؤ، وہ آخرت کس تاریخ کو آئے گی۔اس کی طرف سے بیہ سوال جب بھی ہو گا طنزاور مسخر کے طور پر ہی ہو گا۔ اس لیے کہ آخرت کے آنے کی تاریخ بیان کرنے اور یہ کرنے کا کوئی اثر بھی اصل بحث یر نہیں رہا۔ کوئی شخص نہ اس بنا پر آخرت کا انکار کرتا ہے کہ اس کی آمد کا سال، مہینہ اور دن نہیں بتایا گیا ہے، اور بنہ بیہ سن کر اس کی آمد کو مان سکتا ہے کہ وہ فلاں سال فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو آئے گی۔ تاریخ کے تعین سے کوئی دلیل ہی نہیں ہے کہ وہ کسی منکر کو اقرار پر آمادہ کر دے، کیونکہ اس کے بعد پھریہ سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ دن آنے سے پہلے آخر کیسے یہ یقین کر لیا جائے کہ اس روز واقعی آخرت بریا ہو جائے گی۔

14. Taste your torment. \*11 This is that for which you used to seek to be hastened. \*12

ذُوْقُوْا فِتُنَتَكُمُ لَهُ لَمَا النَّذِي الْحَصَومِ الْهِ فَتَعَ كَا<sup>11</sup> - يو ب وہی جس کے لئے تم جلدی کرتے

كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعُجِلُوْنَ ﴿

- \*11 The word *fitnah* gives two meanings here:
- (1) Taste this torment of yours.
- (2) Taste the mischief that you had created and spread in the world.

11 \* فتنے کا لفظ یہاں دو معنی دے رہا ہے۔ ایک معنی یہ ہیں کہ اپنے اس عذاب کا مزہ چکھو۔ دوسرے معنی یہ کہ اپنے اس فتنے کا مزہ چکھو جو تم نے دنیا میں برپاکر رکھا تھا۔ عربی زبان میں اس لفظ کے ان دونوں مفہوموں کی پیماں گنجائش ہے۔

\*12 The disbelievers asking: When will the Day of Retribution be, implied: Why is it being delayed. That is, when we have denied it and have deserved the punishment for belying it, why doesn't it overtake us immediately. That is why when they will be burning in the Hell-fire, at that

time it will be said to them: This is that which you sought to be hastened. This sentence by itself gives the meaning: It was Allah's kindness that He did not seize you immediately on the occurrence of disobedience from you and went on giving you respite after respite to think and understand and mend your ways. But the foolish people that you were, you did not take advantage of the respite but demanded that your doom should be hastened for you instead. Now you may see for yourself what it was that you were seeking to be hastened?

12\* کفار کا یہ پوچھنا کہ ''آخر وہ روز ہزاکب آئے گا''اپنے اندر نود یہ منہوم رکھتا تھا کہ اس کے آنے میں دیر کیوں لگ رہی ہے؟ جب ہم اس کا انکار کر رہے ہیں اور اس کے جھٹلانے کی سزا ہمارے لیے لازم ہو چکی کیوں لگ رہی ہوا؟ اسی لیے جہنم کی آگ میں جب وہ تپ رہے ہوں گے اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ چیز جس کے لیے ہم جلدی مجاری مجاری مجاری مجاری میار ہوتے ہی تمہیں فوراً نہ پکو لیا اور سوچن، ہم کہ یہ اس نے تم سے نافرمانی کا ظہور ہوتے ہی تمہیں فوراً نہ پکو لیا اور سوچن، سجھنے اور سنبھلنے کے لیے وہ تم کو ایک لمبی مملت دیتا رہا۔ مگر تم الیے احمق تھے کہ اس مملت سے فائدہ اٹھانے کے بہائے الٹا یہ مطالبہ کرتے رہے کہ یہ وقت تم پر جلدی لے آیا جائے۔ اب دیکھ لوکہ وہ کیا چیز شھی جس کے جلدی آجا نے کا مطالبہ تم کر رہے تھے۔

15. Indeed, the righteous \*13 will be in gardens and springs.

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنَّتِ قَ الْمِيْكِ مَقَى 13\* ہونگ مِانوں میں اور چثمول میں۔ عُیوُن \* رہے

\*13 In this context the word *muttaqi* (the righteous) clearly implies those people who believed in the Hereafter when they were given the news of it by the Book of Allah and His Messenger, and adopted the attitude and way of life that

they were taught for success in the life hereafter, and refrained from the way about which they had been told that it would involve man in the torment of God.

13\*اس سیاق و سباق میں لفظ متقی صاف طور پر یہ معنی دے رہا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنوں نے خدا کی کتاب اور اس کے رسول کی دی ہوئی خبر پر یقین لا کر آخرت کو مان لیا، اور وہ رویہ اختیار کر لیا جو حیات ا فروی کی کامیابی کے لیے انہیں بتایا گیا تھا، اور اس روش سے اجتناب کیا جس کے متعلق انہیں بتا دیا گیا تھا کہ یہ خدا کے عذاب میں مبتلا کرنے والی ہے۔

16. Receiving what has given them their Lord. Indeed, they were, before this, doers of good.

اخِنِیْنَ مَا اللَّهُمْ سَرَّبُهُمْ اللهُمْ اللهُمْ اللهُمْ اللَّهُمْ اللهُمْ اللهُمْ اللهُمْ اللهُمْ اللهُمْ إِنَّهُمُ كَانُوا قَبُلَ ذَلِكَ اسْيِ ان كارب 14\* ـ بيثك وه تھے اس سے میلے نیکو کار۔

مُحُسِنِينَ ﴿

\*14 Literally: "Receiving what their Lord has given them", but in this context receiving does not merely mean to receive but to receive joyfully. Obviously, when a person is given something of his own choice and liking, his receiving it will naturally have the meaning of accepting and receiving it joyfully.

14\* اگر جہ اصل الفاظ میں اجندِینَ مَا اللہ مُر رَبُّهُمْ ، اور ان کا لفظی ترجمہ صرف یہ ہے کہ '' لے رہے ہوں گے جو کچھ اُن کے رب نے ان کو دیا ہو گا''، لیکن موقع و محل کی مناسبت سے اس مگہ '' لینے '' کا مطلب محض ''لینا'' نہیں بلکہ خوشی خوشی لینا ہے، جیسے کچھ لوگوں کو ایک سخی دانا مٹھیاں بھر بھر کر انعام دیے رہا ہو اور وہ لیک لیک اسے لے رہے ہوں۔ جب کسی شخص کواس کی پسند کی چیز دی جائے تواس لینے میں آپ سے آپ بخوشی قبول کرنے کا مفوم پیدا ہوجاتا ہے۔ قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے کہ اَلَمْ یَعْلَمُوۤ اَنَّ الله هُوَيَقُبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْجُنُ الصَّلَ قَتِ وَ أَنَّ الله هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (التوبِ - 104) - "كيا

تم نہیں جانتے کہ وہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور صدقات لیتا ہے۔'' اس جگہ صدقات لینے سے مراد محض ان کو وصول کرنا نہیں بلکہ پسندیدگی کے ساتھ ان کو قبول کرنا ہے۔

17. They, little at the night, used to sleep. \*15

كَانُوْا قَلِيلاً مِّنَ النَّيل بي تم كم بى رات كو سوا

\*15 Some commentators have given this meaning of this verse: Seldom did it so happen that they spent the whole night sleeping and did not spend a part of it, in the beginning of the night or in the middle or in the end of it, awake in the worship of Allah. This commentary with a little variation in wording has been related from lbn Abbas, Anas bin Malik, Muhammad al-Baqir, Mutrif bin Abdullah, Abul Aliyah, Mujahid, Qatadah, Rabi bin Anas and others. According to some other commentators, it means this: They spent the major part of their nights in the worship of Allah Almighty and slept little. This meaning has been reported from Hasan Basri, Ahnaf bin Qais, and Ibn Shihab Zuhri, and the later commentators and translators have preferred this, for this appears to be in better agreement with the words of the verse and the context.

15\* مفسرین کے ایک گروہ نے اس آیت کا مطلب یہ لیا ہے کہ کم ہی ایسا ہوتا تھاکہ وہ رات مجمر سوکر گزار دیں اور اس کا کچھ نہ کچھ حصہ، کم یا زیادہ، ابتدائے شب میں یا وسط شب میں یا آخر شب میں، جاگ کر الله تعالیٰ کی عبادت میں صرف نہ کریں۔ یہ تفییر تھوڑے تھوڑے لفظی انتلافات کے ساتھ صرات ابن عباس، انس بن مالک، محدالباقر، مطرف بن عبدالله، ابولعاليه، مجامد، قتاده، ربيع بن انس وغيرهم سے منقول ہے۔ دوسرے گروہ نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ وہ اپنی راتوں کا زیادہ حصہ الله جل شانہ کی عبادت میں گزارتے تھے اور کم سوتے تھے۔ یہ قول صرات حن بصری، اخت بن قیس، اور ابن شاب زُہری کا ہے، اور بعد کے مفسرین و مترجین نے اسی کو ترجیح دی ہے، کیونکہ آیت کے الفاظ اور موقع و محل کے لحاظ سے یہی تفسیر زیادہ مناسبت رکھتی نظر آتی ہے۔ اسی لیے ہم نے ترجمے میں یہی معنی اختیار کیے ہیں۔

18. And in the hours of dawn, \*16 they used to ask for forgiveness.

ھُمُ اور صبح کے اوقات \*16 میں وہ استخفار کرتے تھے۔



\*16 That is they did not belong to those who spent their nights in immoral and indecent acts and even then never thought of seeking Allah's forgiveness. On the contrary, they spent a major part of the nights in the worship of Allah and then in the early hours of dawn sought His forgiveness, saying that they did not do full justice to the worship that was due from them. The words hum-yastaghfirun also contain an allusion to this that it befitted and suited them alone that they should exert their utmost in the service of their Lord and then, at the same time, should implore Him humbly for the forgiveness of their errors and shortcomings instead of exulting at and waging proud of their good acts. This could not be the way of those shameless, wicked people who committed sin and behaved arrogantly as well.

عدد ان لوگوں میں سے نہ تھے جو اپنی رائیں فن و فجور اور فواحث میں گزارتے رہے اور پھر بھی کسی \*16 استغفار کا خیال تک انہیں نہ آیا۔ اس کے برعکس ان کا عال یہ تھاکہ رات کا اچھا خاصا صہ عبادت الٰہی میں صرف کر دیتے تھے اور پھر بھی پچھلے بہروں میں اپنے رب کے حضور معافی مانگتے تھے کہ آپ کی بندگی کا جو حق ہم پر تھا، اس کے اداکرنے میں ہم سے تقصیر ہوئی۔ ھُٹر یَسْتَغُفِرُوْنَ کے الفاظ میں ایک اشارہ اس

بات کی طرف بھی نکاتا ہے کہ یہ روش انہی کو زیبا تھی۔ وہی اس شان عبودیت کے اہل تھے کہ اپنے رب
کی بندگی میں جان بھی لڑائیں اور پھراس پر پھولنے اور اپنی نیکی پر فخر کرنے کے بجائے گڑ گڑا کر اپنی کوتا ہیوں کی
معافی بھی مانگیں۔ یہ ان بے شرم گناہ گاروں کا رویہ نہ ہو سکتا تھا جوگناہ بھی کرتے تھے۔اور اوپر سے اکڑتے
معملی تھے۔

19. And in their wealth is a right for the beggar and the deprived. \*17

وَ فِيْ آَمُوا لِهِمْ حَقَّ لِلسَّآبِلِ اور الله مالوں میں حق ہوتا ہے مانگنے والوں کا اور محروموں کا وَالْمَحُرُوْمِ

\*17 In other words, on the one hand, they recognized the right of their Lord and duly discharged it; on the other hand, they did not think that whatever Allah had given them, whether little or much, was wholly their own and their children's right, but they had the sense that in their possessions there was the right and share of every such person who was indigent and needy. They did not render help to the people as a charity so as to earn their gratitude for the favor done, but they regarded it as the people's right and discharged it as their own duty. Then their this service to mankind was not only confined to those who came to them for seeking help as beggars but anyone about whom they came to know that he had been left destitute, they would become anxious to render him necessary help of their own accord. There was no orphan who might have been left helpless, no widow who might have had no breadwinner, no disabled person who might be unable to earn a living, no one who might have lost his job, or whose taming might not be sufficing his needs, nobody who might have been hit by a calamity and might be unable to compensate

for the loss by himself. In short, there was no needy one whose condition they might have known and yet might have withheld their help when they could have rendered him necessary help and support.

The following are the three qualities on the basis of which Allah regards them as the righteous doers of good, and says that these very qualities have made them worthy of Paradise:

- (1) That they believed in the Hereafter and refrained from every act and conduct which Allah and His Messenger had stated to be disastrous for the life-after-death.
- (2) That they executed their utmost to do full justice to the service of Allah and still sought Allah's forgiveness instead of exulting at their acts of piety.
- (3) That they served Allah's servants not as a favor to them but as their own duty and their right due from them.

Here, one should also know and understand another thing; The right of the needy ones that has been mentioned here in the wealth of the believers does not imply the zakat, which has been imposed as religious duty on them. But this is the right that a well-to-do believer himself feels there is in his possessions of the needy even after he has paid off the zakat, and he discharges it willingly even if it has not been made obligatory by the Shariah. Ibn Abbas, Mujahid, Zaid bin Aslam and other scholars have understood this very meaning of this verse. In fact, the real spirit of this divine command is that a pious and virtuous person is never involved in the misunderstanding that he has become

relieved of his duty of discharging the right of Allah and

His servants that there was in his possessions after he has paid the zakat, and now he is not bound to help every needy and destitute person whom he comes across. Contrary to this, every servant of Allah, who is really pious and righteous, remains ever ready to do whatever good he can do willingly, does not let slip any opportunity when he could do some good to the people in the world. He is not of the way of thinking that he has done whatever good he had been enjoined to do and now no more good is required to be done by him. The one who has recognized the true value of goodness, does not perform it as a burden but tries to earn more and more of it, greedily as a bargain to his own advantage, in his own interest.

17\* بالفاظِ دیگر، ایک طرف اپنے رب کا حق وہ اس طرح پہچانتے اور اداکرتے تھے، دوسری طرف بندول کے ساتھان کا معاملہ یہ تھا۔ جو کچھ بھی الله نے ان کو دیا تھا، نواہ تھوڑا یا بہت، اس میں وہ صرف اپنا اور اپنی بال پچوں ہی کا حق نہیں سجھتے تھے، بلکہ ان کو یہ احماس تھا کہ ہمارے اس مال میں ہراس بندہ فدا کا حق ہے جو ہماری مدد کا مختاج ہو۔ وہ بندوں کی مدد فیرات کے طور پر نہیں کرتے تھے کہ اس پر ان سے شکریہ کے طالب ہوتے اور ان کو اپنا زیر بار احمان شھیراتے، بلکہ وہ اسے ان کا حق سجھتے تھے اور اپنا فرض سجھ کر اداکرتے تھے۔ پھر ان کی یہ فدمت فاق صرف انہی لوگوں تک محدود نہ تھی جو فود سائل بن کر ان کے باس مدد مانگئے کے لیے آتے، بلکہ جس کے متعلق بھی ان کے علم میں یہ بات آ جاتی تھی کہ وہ اپنی روزی پانے سے محروم رہ گیا ہے اس کی مدد کے لیے وہ فود بے چین ہو جاتے تھے۔ کوئی یتیم بچ جو بے سمارارہ گیا ہو، کوئی بیوہ جس کا کوئی سمارا نہ ہو، کوئی معذور جو اپنی روزی کے لیے ہاتھ پاؤں نہ مار سکتا ہو، کوئی شخص جس کا روز گار پھوٹ شخص جس کا کوئی اس کی طروریات کے لیے کافی نہ ہورہی ہو، کوئی شخص جو کئی آفت کا شکار ہوگیا ہو اور اپنی نوور نہ کر سکتا ہو، خرض کوئی عاجت مندالیا نہ تھا جس کی عالت ان کے علم میں آئی ہو اور وہ اس نقصان کی تلافی فود نہ کر سکتا ہو، خوش کوئی عاجت مندالیا نہ تھا جس کی عالت ان کے علم میں آئی ہو اور وہ اس نقصان کی تلافی فود نہ کر سکتا ہو، خوش کوئی عاجت مندالیا نہ تھا جس کی عالت ان کے علم میں آئی ہو اور وہ اس

کی دستگیری کر سکتے ہوں، اور پھر بھی انہوں نے اس کا حق مان کر اس کی مدد کرنے سے دریغ کیا ہو۔

یہ تین صفات ہیں جن کی بنا پر الله تعالیٰ ان کو متقی اور محن قرار دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ انہی صفات نے ان کو جنت کا منتحق بنایا ہے۔ ایک بیر کہ آخرت پر ایمان لا کر انہوں نے ہراس روش سے پر ہیز کیا جے اللہ اور اس کے رسول نے اُخروی زندگی کے لیے تباہ کن بتایا تھا۔ دوسرے یہ کہ انہوں نے الله کی بندگی کا حق اپنی جان لڑا کر ادا کیا اور اس پر فخر کرنے کے بجائے استغفار ہی کرتے رہے۔ تیسرے بیہ کہ انہوں نے اللہ کے بندوں کی خدمت ان پر احیان سمجھ کر نہیں بلکہ اپنا فرض اور ان کا حق سمجھ کر گی۔ اس مقام پریہ بات اور جان لینی چاہیے کہ اہل ایمان کے اموال میں سائل اور محروم کے جس حق کا یماں ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد زکوٰۃ نہیں ہے جے شرعاً ان پر فرض کر دیا گیا ہے، بلکہ یہ وہ حق ہے جوزکوٰۃ ادا کرنے کے بعد بھی ایک صاحب استطاعت مومن اپنے مال میں خود محوس کرتا ہے اور اپنے دل کی رغبت سے اس کواداکرتا ہے بغیراس کے کہ شریعت نے اسے لازم کیا ہو۔ ابن عباس، مجاہداور زیدبن اسلم وغیرہ بزرگوں نے اس آیت کا بیر مطلب بیان کیا ہے۔ در حقیقت اس ارشاد الهی کی اصل روح بیر ہے کہ ایک منقی و محن انسان کبھی اس غلط مہمی میں مبتلا نہیں ہوتا کہ خدا اور اس کے بندوں کا جو حق میرے مال میں تھا، زکوۃ ادا کر کے میں اس سے بالکل سبکدوش ہو چکا ہوں، اب میں نے اس بات کا کوئی ٹھیکہ نہیں لے لیا ہے کہ ہر ننگے، مجھوکے، مصیبت زدہ آدمی کی مدد کرتا مچھروں۔ اس کے بر عکس جو الله کا بندہ واقعی متقی و محن ہوتا ہے وہ ہروقت ہراس بھلائی کے لیے جواس کے بس میں ہو، دل و جان سے تیار رہتا ہے اور جو موقع بھی اسے دنیا میں کوئی نیک کام کرنے کے لیے ملے اسے ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ اس کے سوچنے کا یہ اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ جو نیکی مجھ پر فرض کی گئی تھی وہ میں کر چکا ہوں، اب مزید نیکی کیوں کروں؟ نیکی کی قدر جو شخص پہچان چکا ہووہ اسے بار سمجھ کر برداشت نہیں کرتا بلکہ اپنے ہی تفع کا سودا سمجھ کر زیادہ سے زیادہ کا انے کا حریص

20. And in the earth are signs for those certain in faith \*18

ایات اور زمین میں ہیں نشانیاں یقین کرنے والوں کیلئے۔



\*18 The signs imply those proofs which testify to the possibility and necessity of the Hereafter. The earth's own body and its structure, its having been placed at a suitable distance from the sun at a particular angle, the arrangement of heat and light and of different seasons on it, the provision of air and water on it, and of countless different kinds of treasures in its belly, covering its surface with a fertile crest and causing to grow in it an endless variety of vegetables, generating countless races of the animals of the land and water and air, providing suitable food and proper conditions for the life of every species, creating and making available all those means resources on it even before the creation of man, so as to meet and suit his ever increasing needs in every stage of history as well as accord with the development of his civilization and way of living, these and countless other signs can be seen in the earth and its surroundings by every discerning eye. The case of the one who has closed the doors of his heart to belief and faith is different. He will see in these every thing else but not any sign that may point to the reality. But an un-prejudiced person who has an open mind, will never form the idea after observing these signs that all this has come about as the result of an accidental explosion, that had occurred suddenly in the universe millions of years ago; he will rather be convinced that this wise and perfect work of art is the creation of an Omnipotent and Omniscient God. And that God Who has made this earth cannot be helpless to resurrect man after death, nor can He be so unwise as to leave a sensible and

\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*

intelligent being like man after granting him powers and authority to roam at will in His earth. The fact that man has been granted powers and authority by itself demands that he should be accountable; otherwise it would be against wisdom and justice; and the Creator's being all-powerful (Omnipotent) is by itself a proof that after the human species has fulfilled its function in the world, He can raise all its members back to life and gather them together from wherever they are lying dead in the earth for the purpose of accountability.

18

ہیں۔ زمین کا اپنا وجود اور اس کی ساخت، اس کا سورج سے ایک خاص فاصلے پر اور ایک خاص زاویے پر رکھا جانا، اس پر حرارت اور روشنی کا انتظام، اس پر مختلف موسموں کی آمد و رفت، اس کے اوپر ہوا اور پانی کی فراہمی، اس کے پیٹ میں طرح طرح کے بے شمار خوانوں کا مہیا کیا جانا، اس کی سطح پر ایک زر خیز چھلکا چوھایا جانا، اس میں قسم تھم کی بے مدوحیاب نباتات کا اگایا جانا، اس کے اندر خشکی اور تری اور ہوا کے جانوروں کی بے شمار تسلیں جاری کرنا، اس میں ہر نوع کی زندگی کے لیے مناسب حالات اور موزوں خوراک کا انتظام کرنا، اس پر انسان کو وجود میں لانے سے پہلے وہ تمام ذرائع و وسائل فراہم کر دینا جو تاریخ کے ہر مرطے میں اس کی روز افزوں ضروریات ہی کا نہیں بلکہ اس کی تہذیب و تمدن کے ارتقاء کا ساتھ بھی دیتے چلے جائیں، یہ اور دوسری ان گنت نشانیاں ایسی ہیں کہ دیدہ بینا رکھنے والا جس طرف بھی زمین اور اس کے ماحول میں نگاہ ڈالے وہ اس کا دامن دل تھینے لیتی ہیں۔ جو شخص یقین کے لیے اپنے دل کے دروازے بند کر چکا ہواس کی بات تو دوسری ہے۔ وہ ان میں اور سب کچھ دیکھ لے گا، بس حقیقت کی طرف اشارہ کرنے والی کوئی نشانی ہی نہ دیکھے گا۔ مگر جس کا دل تعصب سے پاک اور سچائی کے لیے کھلا ہوا ہے وہ ان چیزوں کو دیکھ کر ہر گزیہ تصور قائم نہ کرے گاکہ یہ سب کچھ کسی اتفاقی دھاکے کا نتیجہ ہے جو کئی ارب سال پہلے کائنات میں اچانک بریا

ہوا تھا، بلکہ اسے یقین آ جائے گاکہ یہ کال درجے کی حکیانہ صنعت ضرور ایک قادر مطلق اور دانا و بینا غدا کی

تخلیق ہے، اور وہ غدا جس نے یہ زمین بنائی ہے نہ اس بات سے عابز ہو سکتا ہے کہ انسان کو مرنے کے بعد دوبارہ پیداکر دے، اور نہ ایسا نادان ہو سکتا ہے کہ اپنی زمین میں عقل و شعور رکھنے والی ایک مخلوق کو اغتیارات دے کر بے نتھے بیل کی طرح چھوڑ دے۔ افتیارات کا دیا جانا آپ سے آپ محاہے کا تفاضا کرتا ہے، جواگر نہ ہوتو حکمت اور انصاف کے فلاف ہوگا۔ اور قدرت مطلقہ کا پایا جانا خود بخود اس بات کا ثبوت ہے کہ دنیا میں نوع انسانی کا کام ختم ہونے کے بعد اس کا فالق جب چاہے محاسے کے لیے اس کے تمام افراد کو زمین کے ہرگوشے سے، جمال بھی وہ مرے پڑے ہوں، اٹھاکر لا سکتا ہے۔

عن انْفُسِکُمْ افلا اور تماری بانوں میں 19\* \_ توکیا اور تماری بانوں میں 19\* \_ توکیا میں 19 میں 19 میں 19 میں 19 میں 19 میں تم دیکھتے ۔ عن میں تم دیکھتے ۔ میں تم دیکھتے ۔

\*19 That is, you may not look outside yourself; look within your own self, and you will find countless signs testifying to the same truth. You will see how your creation was begun by combining a microscopic sperm with a microscopic egg in a corner of the mother's body; how you were blessed with a body of unique structure and a self endowed with wonderful powers and abilities; how you were brought out from the dark world of your mother's womb, as soon as your structure became complete, into this vast world, equipped with an automate machine within yourself, which goes on functioning by itself from the day you take birth till your maturity and old age, to assimilate food, produce blood and circulate it in the veins, discharge waste matter, prepare new parts in place of the wasted and worn out parts of the body, resisting the internal and the external hazards to the body and compensating for the losses, even for sending you to peaceful sleep after exhaustion, without any effort required to be made by you towards these basic

needs of life. A wonderful brain has been placed under your skull in whose complicated layers lies filled an invaluable wealth of intellect, thought, imagination, consciousness, discrimination, will, memory, desire, feeling and emotions. Inclinations and trends, and other mental abilities. You have been provided with numerous means of knowledge which supply you with every kind of informational through the eye, nose, cars and skin. You have been given the tongue and the power of speech by which you can express your thoughts and feelings. And then your ego has been placed as a ruler over the entire kingdom of your body so that it may employ all the powers and abilities and form opinions and decide as in what ways you have to spend and employ your time and labor and efforts, what you have to reject and what you have to accept, what should be your objective in life and what you should shun and avoid.

Thus equipped when you were brought into the world, you saw what provisions had been made ready here for your nourishment, development and the progress and perfection of your self by virtue of which you reached a particular stage of life when you became able to use the powers and authority you had been endowed with.

For using these powers you were given means in the earth, provided with opportunities, and given ability to control and employ many of the things as you pleased. You had all the ways of disbelief and faith, sin and obedience, justice and injustice, good and evil, truth and falsehood, open before you; there were those who invited to each of these

\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*

ways and there were the means to lead to each one of them. Whoever among you selected one particular way did so on his own responsibility, for he had the power to decide and choose endowed in himself. Depending on the choice made by each one and taking advantage of the opportunities thus afforded of employing his powers of will and intention someone became a good man and another a bad man; someone adopted the way of belief and faith and another the way of disbelief, polytheism or atheism; someone withheld himself from unlawful desires, and another did whatever he wanted in obedience to his self; someone became an oppressor and another the oppressed; someone carved out his duties and another usurped the rights of others; someone continued to do good till his last breath, another went on committing evil till his last moment of lift; someone exerted himself to raise the word of the truth, another went on oppressing the followers of the truth in order to cause falsehood to flourish.

Now can a person, unless he is absolutely blind and senseless, say that a being such as this has appeared on the earth just by an accident? That there is no wisdom and no plan working behind his creation? That the storms that he is raising on the earth are without a purpose and will end up without entailing any consequence? That there will be no reward for a good act and no punishment for an evil act? And that injustice will not be redressed and the unjust will not be brought to book? Such things may be said by a person who has lost his reason, or by the one who is resolved not to acknowledge at all the wisdom of a Wise

\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*

Being working behind the creation of man. But an unprejudiced, sensible person cannot help but admit that the creation of man, the powers and abilities he has been given, and the position he has been granted here, is certainly a grand, wise plan, and the wisdom of the God Whose plan it is, inevitably demands that man should be questioned about his actions and deeds; and it cannot be right to entertain the doubt about the powers of God that He will not be able to recreate man whom He has brought up to this noble position of honor from a mere microscopic cell.

19\* یعنی باہر دیکھنے کی بھی ماجت نہیں، خود اپنے اندر دیکھو تو تہیں اسی حقیقت پر گواہی دینے والی بے شمار نشانیاں مل جائیں گی۔ کس طرح ایک خور دبینی کیرے اور ایسے ہی ایک خور دبینی انڈے کو ملا کر ماں کے ایک گوشۂ جسم میں تمہاری تخلیق کی بنیاد ڈالی گئی۔ کس طرح تمہیں اس تاریک گوشے میں پرورش کر کے بتدریج بردهایا گیا۔ کس طرح تمہیں ایک بے نظیر ساخت کا جسم اور حیرت انگیز قوتوں سے مالا مال نفس عطا کیا گیا۔ کس طرح تمہاری بناوٹ کی تکمیل ہوتے ہی شکم مادر کی تنگ و تاریک دنیا سے نکال کر تمہیں اس وسیع و عریض دنیا میں اس شان کے ساتھ لایا گیا کہ ایک زبر دست خود کار مشین تمہارے اندر نصب ہے جوروز پیدائش سے جوانی اور بردھا ہے تک سانس لینے، غذا ہضم کرنے، خون بنانے اور رگ رگ میں اس کو دوڑانے، فضلات خارج کرنے، کلیل شدہ اجزائے جم کی جگہ دوسرے اجزاء تیار کرنے، اور اندر سے پیدا ہونے والی یا باہر سے آنے والی آفات کا مقابلہ کرنے اور نقصانات کی تلافی کرنے، حتیٰ کہ تھکاوٹ کے بعد تہیں آرام کے لیے سلا دینے تک کا کام خود بخود کیے جاتی ہے بغیراس کے کہ تمہاری توجهات اور کوشٹوں کا کوئی حصہ زندگی کی ان بنیادی ضروریات پر صرف ہو۔ ایک عجیب دماغ تمہارے کاسۂ سرمیں رکھ دیا گیا ہے جس کی پیجیدہ تہوں میں عقل، فکر، تخیل، شعور، تمیز، اراده، ما فظه، خواهش، احساسات و جذبات، میلانات و رجحانات، اور دوسری ذهنی قوتوں کی ایک انمول دولت بھری پردی ہے۔ بہت سے ذرائع علم تم کو دیے گئے ہیں جو آنکھ، ناک، کان اور

پورے جسم کی کھال سے تم کو ہر نوعیت کی اطلاعات جسم پہنچاتے ہیں۔ زبان اور گویائی کی طاقت تم کو دے

دی گئی ہے جس کے ذریعہ سے تم اپنے ما فی الضمیر کا اظہار کر سکتے ہو۔ اور پھر تمہارے وجود کی اس پوری سلطنت پر تمہاریِ اَنا کو ایک رئیس بنا کر بٹھا دیا گیا ہے کہ ان تمام قوتوں سے کام لے کر رائے قائم کرو اور بیہ فیصلہ کرو کہ تمہیں کن راہوں میں اپنے اوقات، محنتوں اور کوشٹوں کو صرف کرنا ہے، کیا چیزرد کرنی ہے اور کیا قبول کرنی ہے، کس چیز کو اپنا مقصود بنانا ہے اور کس کو نہیں بنایا۔ یہ ہستی بنا کر جب تنہیں دنیا میں لایا گیا تو ذرا دیکھوکہ یہاں آتے ہی کتنا سرو سامان تنہاری پرورش، نثو ونما، اور ترقی و تعمیل ذات کے لیے تیار تھا جس کی بدولت تم زندگی کے ایک خاص مرحلے پر پہنچ کر اپنے ان اختیارات کواستعال کرنے کے قابل ہو گئے۔ ان اختیارات کو استعال کرنے کے لیے زمین میں تم کو ذرائع دیے گئے۔ مواقع فراہم کیے گئے۔ بہت سی چیزوں پر تم کو تصرف کی طاقت دی گئی۔ بہت سے انسانوں کے ساتھ تم نے طرح طرح کے معاملات کیے۔ تمهارے سامنے کفروایان، فن وطاعت، ظلم وانصاف، نیکی وبدی، حق وباطل کی تمام راہیں کھلی ہوئی تھیں، اور ان راہوں میں سے ہر ایک کی طرف بلانے والے اور ہر ایک کی طرف لے جانے والے اسباب موجود تھے۔ تم میں سے جس نے جس راہ کو بھی انتخاب کیا اپنی ذمہ داری پر کیا، کیوں کہ فیصلہ وانتخاب کی طاقت اس کے اندر ودیعت تھی۔ ہرایک کے اپنے ہی انتخاب کے مطابق اس کی نیتوں اور ارادوں کو عل میں لانے کے جو مواقع اس کو حاصل ہوئے ان سے فائدہ اٹھا کر کوئی نیک بنا اور کوئی بد، کسی نے ایمان کی راہ اختیار کی اور کسی نے کفر و شبرک یا دہریت کی راہ لی، کسی نے اپنے نفس کو ناجائز خواہشات ہے روکا اور کوئی بندگی نفسِ میں سب کچھ کر گزرا، کسی نے ظلم کیا اور کسی نے ظلم سہا، کسی نے حقوق ادا کیے اور کسی نے حقوق مارے، کسی نے مرتے دم تک دنیا میں جھلائی کی اور کوئی زندگی کی آخری ساعت تک برائیاں کرتا رہا، کسی نے حق کا بول بالا کرنے کے لیے جان لوائی، اور کوئی باطل کو سربلند کرنے کے لیے اہل حق پر دست اب کیا کوئی شخص جس کی آتکھیں بالکل ہی مچھوٹ نہ گئی ہوں، یہ کہہ سکتا ہے کہ اس طرح کی ایک ہستی زمین پر اتفاقاً وجود میں آگئی ہے؟ کوئی حکمت اور کوئی منصوبہ اس کے بیچھے کار فرما نہیں ہے؟ زمین پر اس کے

ہاتھوں یہ سارے سنگامے جو ہر یا ہورہے میں سب بے مقصد میں اور بے نتیجہ ہی ختم ہو جانے والے میں؟ کسی بھلائی کاکوئی ثمرہ اور کسی بدی کاکوئی پھل نہیں؟ کسی ظلم کی کوئی داد اور کسی ظالم کی کوئی باز پرس نہیں؟ اس طرح کی باتیں ایک عقلِ کا اندھا توکہ سکتا ہے، یا پھروہ شخص کمہ سکتا ہے جو پہلے سے قسم کھانے بیٹھا ہے کہ تخلیق انسان کے پیچے کسی حکیم کی حکمت کو نہیں ماننا ہے۔ مگر ایک غیر متعصب صاحب عقل آدمی یہ مانے بغیر نہیں رہ سکتا کہ انسان کو جس طرح، جن قوتوں اور قابلیتوں کے ساتھ اس دنیا میں پیدا کیا گیا ہے اور جو حیثیت اس کویماں دی گئی ہے وہ یقیناً ایک بہت برا حکیانہ منصوبہ ہے، اور جس خدا کا یہ منصوبہ ہے اس کی حکمت لازماً یہ تقاضا کرتی ہے کہ انسان سے اس کے اعال کی بازیرس ہو، اور اس کی قدرت کے بارے میں یہ گان کرنا درست نہیں ہوسکتا کہ جس انسان کو وہ ایک خور دبینی غلیے سے شروع کر کے اس مرتبے تک پہنچا چکا ہے اسے پھر وجود میں بنہ لا سکے گا۔

22. And in the heaven is your provision and that which you are promised. \*20

وَ فِي السَّمَاءِ بِإِنْ قُكُمْ وَ مَا اور آسان میں ہے تمارا رزق اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا



\*20 By the heaven here is meant the heavens, by provision, all that man is given for his survival and functioning in the world, and by that which you are promised, Resurrection, gathering together, accountability, meting out of rewards and punishments, and Hell and Heaven, which have been foretold and promised in all divine Books and now in the Quran. The verse means to say: The decisions, as to who should be given what and how much in the world, are taken in heavens, and also the decision as to when should any of you be recalled for the purpose of accountability and dispensation of the rewards and punishments.

\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*

20\* آسمان سے مرادیمال عالم بالا ہے۔ رزق سے مراد وہ سب کچھ جو دنیا میں انسان کو جینے اور کام کرنے کے لیے دیا جاتا ہے۔ اور مَا تُوْعَلُوْنَ سے مراد قیامت، حثرونشر، محاسبہ وباز پرس، جزا و سزا، اور جنت و دوزخ ہیں جن کے رونما ہونے کا وعدہ تمام کتب آسمانی میں اور اسِ قرآن میں کیا جاتا رہا ہے۔ ارشاد الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ عالم بالا ہی سے یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ تم میں سے کس کو کیا کچھ دنیا میں دیا جائے، اور وہیں سے یہ فیصلہ بھی ہونا ہے کہ تہمیں بازیرس اور جزائے اعال کے لیے کب بلایا جائے۔

23. Then by the Lord of the heaven and the earth, indeed, it is truth, just as that you are speaking.

فَوَ رَبِ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ الورزمين اِنَّهُ لَحَقُّ مِّثُلَ مَا آنَّكُمُ اللَّهُ اللَّهُ عَلَى مَا آنَّكُمُ اللَّهُ اللَّهُ عَلَى عَلَم جیسے کہ تم بات کرتے ہو۔

24. Has there reached you\*21 the ابراہیم کے مھانوں کی جو معزز story of the guests of Abraham, the honored ones. \*22

هَلُ اَتْلُكَ حَدِيثُ ضَيْفِ الكِيْبِي بِهُ بَهَارِ عِلِي اللهُ فَجر إبُرٰهِيْمَ الْمُكُرَمِيْنَ ﴿

\*21 Now, from here to the end of verse 46, brief allusions have been made, one after the other, about Allah's Prophets and some of the nations of the past, which are meant to impress two things:

First, that in human history God's law of retribution has been working constantly, in which precedents are found of the rewards for the righteous and of punishments for the wicked people continuously. This is a clear evidence of the fact that even in the life of this world the Creator's relationship with man is not merely based on the physical law but the moral law also is working side by aide with it.

\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*

And when the temper of the kingdom of the universe is such that the creation which has been given an opportunity to act morally while living in a physical body, should not only be dealt with on the basis of physical laws, like animals and plants, but the moral law also should be applied to its moral acts. This by itself points to the truth that a time must come in this kingdom when on the completion of man's role in the physical world, full results of his moral acts should also appear strictly in accordance with the moral law because in the physical world they do not appear fully.

The second thing that has been impressed by these historical allusions is that the nations which did not believe in the Prophets of Allah and based the conduct and attitude in life on the denial of the Oneness of Allah, the Prophethood and the Hereafter, were ultimately doomed to destruction. This continuous experience of history testifies that God's law of morality that was conveyed through the Prophets, and on the basis of which man will be subjected to accountability in the Hereafter, is entirely based on the truth. For whichever nation determined its conduct and attitude in the world independent of this law, considering itself irresponsible and unaccountable, has gone straight to its doom.

21\*اب یماں سے رکوع دوم کے اختتام تک انبیاء علیم السلام اور بعض گزشتہ قوموں کے انجام کی طرف پے در پے مختصرا شارات کیے گئے ہیں جن سے دوباتیں ذہن نشین کرانی مقصود ہیں۔

ایک یہ کہ انسانی تاریخ میں خدا کا قانون مکافات برابر کام کرتا رہا ہے جس میں نیکو کاروں کے لیے انعام اور ظالموں کے لیے سزاکی مثالیں مسلسل پائی جاتی ہیں۔ یہ اس بات کی تھلی علامت ہے کہ دنیا کی اس زندگی

میں بھی انسان کے ساتھ اس کے خالق کا معاملہ صرف قوانین طبیعی (Physical Law) پر مبنی نہیں ہے بلکہ اغلاقی قانون (Moral Law) اس کے ساتھ کار فرما ہے۔ اور جب سلطنت کائنات کا مزاج یہ ہے کہ جس مخلوق کو جسم طبیعی میں رہ کر اخلاقی اعال کا موقع دیا گیا ہواس کے ساتھ حیوانات و نباتات کی طرح محض طبیعی قوانین پر معاملہ نہ کیا جائے بلکہ اس کے اغلاقی اعال پر اخلاقی قانون مبھی نافذ کیا جائے، تو یہ بات بجائے خود اس حقیقت کی صاف نشاندہی کرتی ہے کہ اس سلطنت میں ایک وقت ایسا ضرور آنا چاہیے جب اس طبیعی دنیا میں انسان کا کام ختم ہو جانے کے بعد خالص اخلاقی قانون کے مطابق اس کے اخلاقی اعال کے نتائج پوری طرح برآمد ہوں، کیونکہ اس طبیعی دنیا میں وہ مکل طور پر برآمد نہیں ہوسکتے۔ دوسری بات جو ان تاریخی اشارات سے ذہن نشین کرائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ جن قوموں نے مجھی ابنیاء علیهم السلام کی بات مہ مانی اورا پنی زندگی کا پورا رویہ توحید،رسالت اور آخرت کے انکار پر قائم کیا وہ آخر کار ہلاکت کی مستحق ہوکر رہیں۔ تاریخ کا یہ مسلسل تجربہ اس بات پر شاہدہے کہ خدا کا قانون اخلاق جو اندبیاء کے ذریعہ دیا گیا، اور اس کے مطابق انسانی اعال کی باز پر س جو آخرت میں ہونی ہے، سراسر مبنی بر حقیقت ہے کیونکہ جس قوم نے بھی اس قانون سے بے نیاز ہوکر اپنے آپ کو غیر ذمہ دار اور غیر جواب دہ سمجھتے ہوئے دنیا میں اپنا رویہ متغین کیا ہے وہ آخر کار سیدھی تباہی کی طرف گئی ہے۔

\*22 This story has been narrated at three places in the Quran, in Surah Hood, Ayats 69-73; Surah Al-Hijr, Ayats 51-56 and Surah Al-Ankabut, Ayat 31.

22\* یہ قصہ قرآن مجید میں تین مقامات پر پہلے گزر چکا ہے۔ ملاحظہ ہو تقہیم القرآن، جلد دوم، سورہ ہود آیات - 33 - 69 - سوره الحجر آيات 56 - 51 سوره العنكبوت آيت 31 -

25. When they came in to him, so they said: Peace. He answered: Peace, they are people

جب وہ آئے اسکے پاس تو کیا سلام۔ اسے جواباً کھا سلام۔ بیر لوگ مان پہان کے نہیں لگتے۔23\*

إِذْ رَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوُا سَلمًا قَالَ سَلمٌ \* قَوْمٌ



\*23 In view of the context in which this sentence has occurred, it can have two meanings:

(1) That the Prophet Abraham (peace be upon him) himself said to the guests: I have never had the chance to see you before, you are perhaps new-comers in this land.

(2) That after responding to their salutation, the Prophet Abraham (peace be upon him) said these words to himself, or to his servants, while going inside the house for arranging the feast: They appear to be strangers, people of their noble nature and appearance have not been seen before in this land.

السلام نے خودان ممانوں سے فرمایا کہ آپ صرات سے کبھی پہلے شرف نیاز ماصل نہیں ہوا، آپ شایداس السلام نے خودان ممانوں سے فرمایا کہ آپ صرات سے کبھی پہلے شرف نیاز ماصل نہیں ہوا، آپ شایداس علاقے میں نئے تشریف لائے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان کے سلام کا جواب دے کر صرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دل میں کہا، یا گھر میں صیافت کا انتظام کرنے کے لیے جاتے ہوئے اپنے فادموں سے فرمایا کہ یہ کچھ اجنبی سے لوگ ہیں، پہلے تہمی اس علاقے میں اس شان اور وضع قطع کے لوگ دیکھنے میں نہیں آئے۔

26. Then he فَرَاغَ إِلَى أَهُلِهِ فَجَآءً مِم وه عِلا كَيَا ابِ مُم والول ك his turned ياس24\* مجر ليكر آيا ايك بچروا موڻا household, \*24 then brought out a calf, \*25\_(lading) fat (roasted). \*25

\*24 That is, he did not tell his guests that he was going to arrange food for them, but after they were seated he went quietly into the house to arrange a feast for them, so that the guests should not refuse it out of formality.

24\* یعنی اینے ممانوں سے یہ نہیں کہا کہ میں آپ کے لیے کھانے کا انتظام کرتا ہوں بلکہ انہیں بٹا کر غاموشی سے ضیافت کا انتظام کرنے چلے گئے، تاکہ مهان تکلفاً بیر نہ کہیں کہ اس تکلیف کی کیا ماجت ہے۔ \*25 In Surah Hood, the words are ijlin hanidh, a roasted calf; here bi-ijlin samin: a fatted calf that he got roasted.

25\*سورہ ہود میں عِجُلٍ حَنِیْنٍ ( بھے ہوئے بچھڑے ) کے الفاظ ہیں۔ یمال بتایا گیاکہ آپ نے نوب چھانٹ کر موٹا تازہ بچھڑا مھنوایا تھا۔

27. Then he put it before them, he said: Will you not eat.

فَقَرَّبَهُ اليَهِمُ قَالَ الآهِمُ اللهِ الله تَأْكُا وَ مِنْ اللهِ الله

Then he 28. conceived from them fear. \*26 They Fear not. said: And gave him good tidings of a

son, possessing

knowledge. \*27

فَاوَجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً قَالُوا مِهِ اللهِ مِنْهُمْ خِيْفَةً قَالُوا مِهِ اللهِ عَلَيْهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهُ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهُ اللهِ اللهُ اللهُ اللهُ اللهِ اللهُ ال



\*26 That is, when they did not stretch out their hands for food, the Prophet Abraham (peace be upon him) became afraid in his heart. The reason for this fear could be that in tribal life the strangers' going to a house and avoiding food used to be an indication that they had come with an evil design. But most probably when they refrained from food the Prophet Abraham (peace be upon him) realized that they were angels, who had come in human guise; and since the angels came in human guise only on extraordinary occasions, he became afraid that they must have come in that guise on some dreadful mission. 26 \* یعنی جب ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہ برھے تو صرت ابراہیم کے دل میں نوف پیدا ہوا۔ اس

\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*

خون کی وجہ پیہ بھی ہو سکتی ہے کہ اجنبی میافروں کا کسی کے گھر جاکر کھانے سے پر ہیز کرنا، قبائلی زندگی میں اس بات کی علامت ہوتا ہے کہ وہ کسی برے ارادے سے آئے ہیں۔ لیکن اغلب یہ ہے کہ ان کے اس اجتناب ہی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ فرشتے ہیں جوانسانی صورت میں آئے ہیں، اور چونکہ فرشتوں کا انسانی شکل میں آنا ہوئے غیر معمولی حالات میں ہوتا ہے اس لیے آپ کو خوف لا حق ہوا کہ کوئی خوفناک معاملہ در پیش ہے جس کے لیے یہ صرات اس شان سے تشریف لائے ہیں۔

\*27 According to Surah Hood, Ayat 71, this was the good news of the birth of the Prophet Isaac and this also contained the good news that through the Prophet Isaac he would have a grandson like the Prophet Jacob (peace be upon them all).

27\* سورہ ہود میں تصریح ہے کہ یہ حضرت اسحاق علیہ السلام سے ان کو حضرت یعقوب علیہ السلام جیسا ہوتا لصبيب ہو گا۔

29. Then came forward his wife, with a cry, then she smote her face, and she said: An old woman, barren. \*28

فَأَقَبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ تُوا كُوا لَى بيوى عِلاتى مونى فَصَكَّتُ وَجُهَهَا وَ قَالَتُ الْمُحْرِبِيكُ لِيَا السَّ الْهَا مِنْ اور بولى ایک برهیا بانچه\_\*28

عَجُورٌ عَقِيْمٌ ﴿

\*28 That is, I am not only old but barren too. How shall a child be born to me? According to the Bible, the Prophet Abraham (peace be upon him) at that time was a hundred years old and Sarah was ninety (Gen. 17: 17).

28\* یعنی ایک تو میں بوڑھی، اوپر سے بانجھ۔ اب میرے ہاں بچیہ ہوگا؟ بائیبل کا بیان ہے کہ اس وقت صرت ابراہیم کی عمر سوسال، اور صرت سارہ کی عمر 90 سال تھی (پیدائش، 18:17)۔ 30. They said: Thus has said your Lord. Indeed, He is the All Wise, the All Knowing. \*29

قَالُوا كَنْ لِلْكِ فَالَ مَرْبُلِكِ النَّولَ فَي اللَّهِ عَلَا اللَّهِ عَلَا اللَّهِ عَلَا اللَّهِ اللَّهِ عَلَا اللَّهِ عَلَا اللَّهِ اللَّهِ عَلَا اللَّهُ عَلَا عَلْكُواللَّهُ عَلَا عَلَّ عَلَا عَلَا عَلَا عَلَوْ اللَّهُ عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلْ عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَّا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَّا عَلَّا عَلَا عَلَّا عَلَا عَلَّا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَّا عَلَا عَلَّا عَلَا عَلْكُولُ عَلَا عَلَّا عَلَا عَلَّا عَلَا عَلَّا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَّا عَلَا عَلَّا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَّا عَلَا عَلَّا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَّا عَلْكُولُولُ عَلَا عَلَّا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَّا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَّا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَّا عَلَا عَلَّا عَلَا عَلَّ عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَا عَلَّ عَلَا عَلَّ عَلَا عَلَّهُ عَلَا عَلَّ عَلَا عَلَا تیرے رب نے۔ بیشک وہ ہے صاحب حکمت فبردار ـ 29\*

إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿

\*29 The object of this story is to tell that Allah will certainly reward His servant, who did full justice to the rights of His worship in the world, handsomely in the Hereafter. But even in this world he rewarded him well by giving him children at an age when according to the common physical laws he could not beget children and his aged wife having remained childless throughout life had completely despaired of ever bearing children; and then He granted him such extraordinary children as have not been granted to any one else in the world. There has been no other man in history in whose line four Prophets might have been born in succession. It was the Prophet Abraham (peace be upon him) alone whose line continued to be blessed with Prophethood for three generations, and the illustrious Prophets like Ishmael, Isaac, Jacob and Joseph (peace be upon them) emerged from his house.

29\*اس قصے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جس بندے نے اپنے رب کی بندگی کا حق دنیا میں ٹھیک ٹھیک ادا کیا تھا، اس کے ساتھ عقبیٰ میں توجو معاملہ ہوگا سو ہوگا، اسی دنیا میں اِس کویہ انعام دیا گیا کہ عام قوانین طبیعت کی روسے جس عمر میں اس کے ہاں اولا دپیدا نہ ہو سکتی تھی، اور اسکی سن رسیدہ 'بیوی تمام عمر بے اولا درہ کر اس طرف سے قطعی مایوس ہو چکی تھی، اس وقت الله نے اسے نہ صرف اولا د دی بلکہ آیسی بے نظیر اولا د دی جو آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوئی ہے۔ دنیا میں کوئی دوسرا انسان ایسا نہیں ہے جس کی نسل میں سلسل چار انبیاء پیدا ہوئے ہوں۔ وہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی تھے جن کے ہاں تین پشت تک

نبوت چلتی رہی اور حضرت اساعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیهم السلام جیسے جلیل القدرنبی ان کے گھرانے سے اٹھے۔

31. He (Abraham) said: Then what is your errand, \*30 O you who have been sent.

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمُ اللَّهَا الله (ابراميم) نِهُ كا توكيا ب تہاری مہم \*30 اے تم جھیج ہو



\*30 As the angels come in human guise only on highly important occasions, the Prophet Abraham (peace be upon him) used the word khatb to find out the purpose of their visit; the word khatb in Arabic is used for an errand of same extraordinary nature.

30 \* چونکہ فرشتوں کا انسانی شکل میں آنا کسی برے اہم کام کے لیے ہوتا ہے، اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی آمد کا مقصد پوچھنے کے لیے خطب کا لفظ استعال فرمایا۔ خطب عربی زبان میں کسی معمولی کام کے لیے نہیں بلکہ کسی امرعظیم کے لیے بولا جاتا ہے۔

32. They said: have Indeed, we been sent to a people who criminal. \*31

قَالُوٓ النَّا ٱلْهُ اللَّهُ اللَّهُ اللهِ عَوْمِ النول نِهُ اللهُ مَعِج كَة میں ایک قوم کی طرت ہو مجرم

\*31 That is, to the people of the Prophet Lot (peace be upon him). The epithet of a criminal people was enough to tell which people were meant in view of the gravity of their crimes. They have already been mentioned in the Quran in Surah Al-Araf, Ayats 80-84; Surah Hood, Ayats 74-83; Surah Al-Hijr, Ayats 58-79; Surah Al-Anbiya, Ayats 74-75; Surah Ash-Shuara, Ayats 160-175; Surah An-Naml, Ayats

\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*

54-58; Surah As-Saaffat, Ayats 133-137.

\*31 خراد ہے قوم لوط اس کے برائم اس قدر بردھ کیا تھے کہ صرف ''مجرم قوم ''کا لفظ ہی یہ بتانے کے لیے کافی تھاکہ اس سے مراد کون سی قوم ہے۔ اس سے پہلے قرآن مجید میں حب ذیل مقامات پر اس کا ذکر گرر چکا ہے: تفہیم القرآن، جلد دوم، سورہ الاعراف آیات 88-84، سورہ ہود آیات 78-58، سورہ النبیاء آیات 75-54 سورہ النبیاء آیات 75-54 سورہ النبیاء آیات 75-54 سورہ النبیاء آیات 75-54 سورہ النبیاء آیات 75-55 سورہ 75-55 سورہ آیات 75-55 سورہ 75-55 سورہ

\*32 That is, each stone has been marked by your Lord's command to show for which culprit it is meant. According to the details given in the Quran, in Surahs Hood and Al-Hijr, their towns were turned upside down, and then showered with stones of baked clay. From this one can understand that the entire land was overturned by a severe earthquake and the people who tried to escape were showered with brimstone and destroyed.

earthquake and the people who tried to escape were showered with brimstone and destroyed.

32\*\*عنی ایک ایک بھر پر آپ کے رب کی طرف سے نشان لگا دیا گیا ہے کہ اسے کس مجرم کی سرکوبی کر ذیا گیا اور ہود اور الحجر میں اس عذاب کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ ان کی بہتیوں کو تلبیف کر دیا گیا اور اوپ سے پکی ہوئی مٹی کے بھر برسائے گئے۔ اس سے یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ شدید زلز لے کے اثر سے پورا علاقہ الٹ دیا گیا اور جو لوگ زلز لے سے بچکر جھاگے انکو آتش فٹاں مادے کے بھروں کی بارش نے ختم کر دیا۔

35. Then\*33 We evacuated whoever was therein of the believers.

فَأَخُرَجُنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ لِي 33\* ثَكَالَ لِيا ہم نے جو تھا اس میں اہل ایان میں سے ۔



\*33 As to what happened between them and the people of the Prophet Lot (peace be upon him) when the angels reached his house after their meeting with the Prophet Abraham (peace be upon them), has been left out. The details have been given in the Surahs Hood, Al-Hijr and Al Ankabut. Here mention is being made only of the time when they were going to be visited by the scourge.

33\* بیج میں یہ قصہ چھوڑ دیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے یہ فرشتے کس طرح حضرت لوط علیہ السلام کے ہاں پہنچے اور وہاں ان کے اور قوم لوط کے در میان کیا کچھ پیش آیا۔ یہ تفصیلات سورہ ہود، المجر اور العنکبوت میں گزر چکی ہیں۔ یہاں صرف اس آخری وقت کا ذکر کیا جا رہا ہے جب اس قوم پر عذاب بازل ہونے والا تھا۔

36. So We did not find therein other than one house of Muslims. \*34

فَمَا وَجَدُنًا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِرن بِاللهم نے اس میں سوائے ایک گھر کے کوئی مسلمانوں کا \_34\*

مِّنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿

\*34 That is, among the entire nation and in the entire land there was only one house that shone with the light of the faith and Islam, and it was no other but the house of the Prophet Lot (peace be upon him) himself. The rest of the nation was sunk deep in sin and wickedness and its whole country was brimming over with filth and immorality. Therefore Allah rescued the people of that one house and then sent down the torment on the land, which did not

\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*

spare any one of the wicked people. In this verse three important themes have been discussed:

(1) That Allah's law of retribution does not decree the total destruction of a nation as long as there remains a considerable element of good in it. As against the majority of the bad people if it still contains a small element of those who continue trying to invite others to the right way, Allah gives it an opportunity to work, and goes on increasing the respite of the nation which is not yet wholly devoid of goodness. But in case there remains no element of goodness at all in the nation, Allah's law is that He somehow rescues by His power and grace some of the good people, who might have become weary and helpless fighting evil in its settlements, and deals with the rest as every sensible master would deal with his rotten fruit.

(2) That Muslim is not the name only of the people who are the followers of the Prophet Muhammad (peace be upon him) but of all the Prophets before him and their followers who were also Muslims. Their religions were not mutually exclusive that one might be the religion of the Prophet Abraham, another of the Prophet Moses and still another of the Prophet Jesus (peace be upon them all), but they all were Muslims and their religion was this same Islam. This truth has been explained at several places in the Quran and there is no room for ambiguity in this regard. For instance, see Surah Al-Baqarah, Ayats 128, 131-132; Surah Aal-Imran, Ayat 67; Surah Al-Maidah, Ayats 44, 111; Surah Younus, Ayats 72, 84; Surah Yousuf, Ayat 101; Surah Al-Aaraf, Ayat 126; Surah An-Naml, Ayats 31, 42, 44.

\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*

(3) That the words Mumin and Muslim have been used as synonyms in this verse. If this verse is read with verse 14 of Surah Al-Hujurat, the error of the thinking of those people becomes obvious, who regard Mumin and Muslim as two independent terms of the Quran, which have been used in one and the same meaning every where, and Muslim is necessarily used for the person who might have entered the fold of Islam by professing the faith only verbally, without true faith. (For further explanation, see E.N. 31 of Surah Al-Hujurat).

34 \* یعنی پوری قوم میں، اور اس کے پورے علاقے میں صرف ایک گھر تھا جس میں ایمان واسلام کی روشنی يائي جاتي تهي، اور وه تنها حضرت لوط عليه السلام كالحمر تها۔ باقی پوری قوم فسق و فجور میں ڈوبی ہوئی تھیٰ، اور اس کا سارا ملک گندگی سے لبریز ہو چکا تھا۔ اس لیے الله تعالیٰ نے اس ایک گھر کے لوگوں کو بچا کر نکال لیا اور اس کے بعداس ملک پر وہ تباہی مازل کی جس سے اس بد کار قوم کا کوئی فرد پچ کر یہ جا سکا۔ اس آیت میں تین اہم مضامین بیان ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ الله کا قانون مکافات اس وقت تک کسی قوم کی کامل تباہی کا فیصلہ 'نہیں کرتا جب تک اس میں کچھ قابل لحاظ مجلائی موجود رہے۔ برے لوگوں کی اکثریت ٰ کے مقابلے میں اگر ایک قلیل عضر بھی ایسا پایا جاتا ہو جو بدی کو روکنے اور نیکی کے راستے کی طرف بلانے کے لیے کوشاں ہو تو الله تعالیٰ اسے کام کرنے کا موقع دیتا ہے اور اس قوم کی مهلت میں اضافہ کرتا رہتا ہے جو ابھی خیرسے بالکل خالی نہیں ہوئی ہے۔ مگر جب حالت یہ ہو جائے کہ کسی قوم کے اندر آئے میں نمک کے برابر بھی خیرباقی نہ رہے توالیسی صورت میں الله کا قانون یہ ہے کہ جو دو چار نیک انسان اسکی بستیوں میں برائی کے خلاف لوٹے لوٹے تھک کر عاجز آ چکے ہوں انہیں وہ اپنی قدرت سے کسی نہ کسی طرح بچا کر نکال دیتا ہے اور باقی لوگوں کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہے جو ہر ہوش مند مالک اپنے سرے ہوئے مچھلوں کے ساتھ

دوسرے بیر کہ ''مسلمان'' صرف اسی امت کا نام نہیں ہے جو محد صلی الله علیہ وسلم کی پیرو ہے، بلکہ آپ

سے پہلے کے تمام انبیاء اور ان کے پیرو بھی مسلمان ہی تھے۔ ان کے ادیان الگ الگ نہ تھے کہ کوئی دین اہراہیمی ہواور کوئی موسوی اور کوئی عیبوی۔ بلکہ وہ سب مسلم تھے اور ان کا دین یہی اسلام تھا۔ قرآن مجید میں یہ حقیقت بلکہ باتی وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ اس میں کسی اشتباہ کی گئائش نہیں ہے مثال کے طور پر حب ذیل آیات ملاظہ ہول: البقرہ، 128، 131،133، ۔ آل عمران، 67۔ المائدہ،111، 144۔ یونس، 72،84، وسف، 101۔ الاعراف، 128ء النظر بھی بالکل ہم معنی استعال ہوئے میں ۔ اس آیت تیسرے یہ کہ ''مومن' اور ''مسلم'' کے الفاظ اس آیت میں بالکل ہم معنی استعال ہوئے میں ۔ اس آیت تیسرے یہ کہ واگر سورہ جمرات کی آیت 14 کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے توان لوگوں کے خیال کی خلطی پوری طرح واضح ہو جاتی کواگر سورہ جمرات کی آیت 14 کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے توان لوگوں کے خیال کی خلطی پوری طرح واضح ہو جاتی مفہوم کے لیے استعال ہوئی میں اور ''مسلم'' قرآن مجید کی دوایسی مشقل اصطلاحیں ہیں جو ہر بھہ ایک ہی مفہوم کے لیے استعال ہوئی میں اور ''مسلم'' لازما اُسی شخص کو کہتے ہیں جو ایمان کے بغیر محض بظاہر دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا ہو۔ (مزید تشریح کے لیے ملاظہ ہو تفیم القرآن، جلد پنجم، تفییر سورہ حجرات، عاشیہ اسلام میں داخل ہوگیا ہو۔ (مزید تشریح کے لیے ملاظہ ہو تفیم القرآن، جلد پنجم، تفییر سورہ حجرات، عاشیہ المعراک۔

37. And We left behind therein a sign for those who fear the painful punishment. \*35

اور باقی چھوڑ دی ہم نے وہاں نشانی ان لوگوں کے لئے جو ڈرتے ہیں عذاب الیم سے ۔35\*

وتَرَكْنَا فِيْهَا آيَةً لِللَّذِيْنَ الْمَا فَيْهَا آيَةً لِللَّذِيْنَ الْمَا فَيْهَا آيَةً لِللَّذِيْنَ الْمُ



\*35 A sign: the Dead Sea, southern part of which still presents the signs of a great disaster. The archaeologists have expressed the opinion that the principal cities of the people of Lot were probably sunk underground and the waters of the Dead Sea spread over them. For that part of this sea which is situated to the south of the small peninsula called Al-Lisan clearly seems to be a later development, and the signs of the ruins of the Dead Sea found to the north of this peninsula are very different from those found in the

\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*

south. From this it is concluded that the southern part was once higher than the sea level. At some later time it sank and went under water. The period of its sinking also seems to be about 2000 B.C. and the same precisely is the time of the Prophets Abraham and Lot (peace be upon them) historically. In 1965 an American archaeological research party discovered a large graveyard at Al-Lisan which contains more than twenty thousand graves. From this one is led to think that nearby it there must have existed a large city. But no ruins of any such city are found in the adjoining area, which might have given rise to such a big graveyard. This fact also strengthens the doubt that the city whose graveyard it was has sunk under the sea. The area to the south of the sea still abounds in the ruins and the underground stocks of sulfur, resin, tar and natural gas found in this area lead one to believe that hell must have been let loose at this place at some time by the eruption of lava and the play of lightning. (For further explanation, see E.N. 114 of Surah Ash-Shuara).

35\*اس نشانی سے مراد بحیرہ مردار (Dead Sea) ہے جس کا جنوبی علاقہ آج بھی ایک عظیم الثان تباہی کے آثار پیش کر رہا ہے۔ ماہرین آثار قدیمہ کا اندازہ ہے کہ قوم لوط کے بردے شہر غالباً شدید زلزلے سے زمین کے اندر دھنس گئے تھے اور ان کے اوپر بحیرہ مردار کا پانی پھیل گیا تھا، کیونکہ اس بحیرے کا وہ صہ بو «داللسان ، نامی چھوٹے سے جزیرہ نما کے جنوب میں واقع ہے، صاف طور پر بعد کی پیداوار معلوم ہوتا ہے اور قدیم بحیرہ مردار کے بوآثار اس جزیرہ نما کے شال تک نظر آتے ہیں وہ جنوب میں پائے جانے والے آثار سے بہت مختلف ہیں۔ اس سے یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ جنوب کا صہ پہلے اس بحیرے کی سطح سے بلند تھا، بعد میں کسی وقت دھنس کر اس کے نیچے پلاگیا۔ اس کے دھنسے کا زمانہ بھی دو ہزار برس قبل میچ کے لگ

بھگ معلوم ہوتا ہے، اور یہی تاریخی طور پر حضرت ابراہیم اور حضرت لوط کا زمانہ ہے۔ 1965 ء میں آثار قدیمہ کی تلاش کرنے والی ایک امریکی جاعت کو اللسان پر ایک بہت برا قبرستان ملا ہے جس میں 20 ہزار سے زیادہ قبریں ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قریب میں کوئی برا شہر ضرور آباد ہو گا۔ مگر کسی ایسے شہر کے آثار آس یاس کمیں موجود نہیں ہیں جس سے متصل اتنا برا قبرستان بن سکتا ہو۔ اس سے بھی یہ شبہ تقویت یاتا ہے کہ جس شہر کا یہ قبرستان تھا وہ بحیرے میں غرق ہو چکا ہے۔ بحیرے کے جنوب میں جو علاقہ ہے اس میں اب بھی ہر طرف تباہی کے آثار موجود ہیں اور زمین میں گندھک، رال، کول تار اور قدرتی گلیں کے اتنے ذخائر یائے جاتے ہیں جنیں دیکھ کر گان ہوتا ہے کہ کسی وقت بجلیوں کے گرنے سے یا زلزلے کا لاوا نکلنے سے یماں ایک جہنم پھٹ پڑی ہوگی (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد سوم، الشعراء، حاشیہ 114)۔

38. And in Moses (in his story there is a sign), when We sent him to Pharaoh with clear authority. \*36

وَفِيْ مُوْسَىٰ إِذْ أَنْ سَلْنَكُ إِلَى اور موسَىٰ مِين (اسكِ واقعه مِين نشانی ہے) جب جھیجا ہم نے اسکو فرعون كيطرف أيك واضح سند

فِرْعَوْنَ بِسُلَطْنٍ مُّبِيْنٍ



\*36 A clear authority: such miracles and clear evidences which made it absolutely manifest that Moses had been appointed as a Messenger by the Creator of the earth and heavens.

36\* یعنی ایسے صریح معجزات اور ایسی کھلی کھلی علامات کے ساتھ جھیجا جن سے یہ امر مثلبہ نہ رہا تھا کہ موسیٰ خالق ارض وسماکی طرف سے مامور ہوکر آئے ہیں۔

**39.** Then he turned away in his might, and said: A wizard or a madman. \*37

فَتُولِّي بِرُكْنِهِ وَ قَالَ سُحِرٌ أَوْ اللهِ مَوْ لَيَا اللهِ فَ اللهِ قُت کے بل پر اور کھنے لگا ایک جادوگر

\*\*\*\*\*\*\*\*\*



\*37 That is, he called Moses sometimes a sorcerer and sometimes a madman.

37\* یعنی کہمی اس نے موسیٰ کوساحر قرار دیا، اور کہمی کھاکہ بیہ شخص مجنون ہے۔

We **40.** So and seized him his hosts and cast them into the sea, and he became blameworthy. \*38

فَأَخَذُنْكُ وَجُنُودَةُ فَنَبَنُ مُكُمُ لَ تُوبِكُولِيا بِمِنْ اسكواور اسكے لشكروں كو مچر پھینک دیا انکو سمندر میں اور وہ



\*38 A whole history has been compressed into this brief sentence. To understand it well one should know that Pharaoh was the absolute ruler of the greatest center of civilization and culture of the world in those days and the people of the adjoining lands were overawed by his power and might. Obviously, when he might have sunk suddenly one day in the sea along with his armies, the event must have become well known not only in Egypt but among all the neighboring nations as well. At this, except for those whose kith and kin had sunk, there was no one else among their own people, or in the other nations of the world who would mourn them or write an elegy on them, or would at least express sorrow and say that good and noble people had become a victim of the disaster. Instead of this, as the world had become fed up with their wickedness and injustices, every person heaved a sigh of relief at their exemplary fate, everyone cursed them, and anyone who heard this news exclaimed that the wicked people had deserved the fate justly. In Surah Ad-Dukhan, the same thing has been expressed, thus: Then neither did the

\*\*\*\*\*\*\*\*

heavens weep on them nor the earth. (For explanation, see E.N. 26 of Surah Ad-Dukhan).

38\*اس چھوٹے سے فقرے میں تاریخ کی ایک پوری داستان سمیٹ دی گئی ہے۔ اس کو سمجھنے کے لیے ذرا چٹم تصور کے سامنے یہ نقشہ لے آئیے کہ فرعون اس وقت دنیا کے سب سے بردے مرکز تہذیب وتمدن کا عظیم فرما نروا تھا جس کی شوکت و سطوت سے گرد و پیش کی ساری قومیں خوف زدہ تھیں۔ ظاہر بات ہے کہ وہ جب اپنے کشکروں سمیت اچانک ایک روز غرقاب ہوا ہو گا تو صرف مصر ہی میں نہیں، آس پاس کی تمام قوموں میں اس واقعہ کی دھوم مج گئی ہوگی۔ مگر اس پر بجزان لوگوں کے جن کے اپنے قریبی رشتہ دار غرق ہوئے تھے، باقی کوئی نہ تھا جو ان کے اپنے ملک میں، یا دنیا کی دوسری قوموں میں ماتم کرتا یا ان کا مرثبہ کہتا، یا کم از کم یہی کہنے والا ہوتا کہ افسوس، کیسے اچھے لوگ تھے جواس مادیژ کے شکار ہوگئے۔ اس کے بجائے، چونکہ دنیا ان کے ظلم سے تنگ آئی ہوئی تھی، اس لیے ان کے عبرتناک انجام پر ہر شخص نے اطمینان کا سانس لیا، ہرزبان نے ان پر ملامت کی پھٹکار برسائی، اور جس نے بھی اس خبر کو سنا وہ لیکار اٹھاکہ یہ ظالم اسی انجام کے منتی تھے۔ سورہ دخان میں اسی کیفیت کو ان الفاظ میں بیان کیاگیا ہے کہ فَمَا بَکَتَ عَلَیْہِمُ السَّمَاءُ وَالْأَنْ صُّ، " مِحرنه آسمان ان پر رویا نه زمین "\_ (تشریح کے لیے ملاحظه ہو تفہیم القرآن، جلد چارم، تفسیر سوره دخان، عاشیہ 25 )۔

41. And in Aad (in his story there is a sign), when We sent upon them a devastating wind.

اور عاد میں (اسکے واقعہ میں نشانی ہے)جب بھیجی ہم نے ان پر ایک تباہ برباد کرنے والی ہوا۔

وَفِي عَادٍ إِذْ آئِسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿

42. It spared not of anything it reached upon, but that turned it like reduced to ruins. \*39

منه چھوڑتی تھی وہ کوئی چیز چلتی تھی وہ جبیر مگر کرڈالتی تھی اسکو جیسے ریزہ ریزہ \*39\* ۔

مَا تَنَامُ مِن شَيءِ اتَثَ عَلَيْهِ اللهِ عَلَيْهِ عَلَيْهِ اللهِ عَلَيْهُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ اللهِ عَلَيْهِ اللهِ عَلَيْهِ اللهِ عَلَيْهِ اللهِ عَلَيْهِ عَلَيْه

\*39 The word used for this wind is aqim, which is used for a barren woman, though literally it means dry. If the literal meaning is taken it would mean that it was such an intensely hot and dry wind that whatever it blew on, it caused it to become absolutely dry; and if it is taken in the idiomatic sense it would mean that like a barren woman it was a wind without any benefit: neither it was pleasant, nor it brought rain, nor fertilized the trees, nor contained any other benefit for which the wind blows. At other places it has been stated that this wind was not only useless and dry but it blew so violently that it swept the people off the ground and it continued to rage for eight days and seven nights continuously, till it laid the entire land of the Aad to a waste. (For explanation, see E.Ns 20, 21 of Surah HaMim As-Sajdah, and E.Ns 25 to 28 of Surah Al-Ahqaf).

39 \* اس ہوا کے لیے لفظ عقیم استعال ہوا ہے ہوبانچہ عورت کے لیے بولا جاتا ہے، اور لفت میں اس کے اصل معنی یا بِس (خکٹ) کے ہیں۔ اگر اسے لفوی معنی میں لیا جائے تواس کا مطلب یہ ہوگا یہ وہ ایسی سخت گرم و خکٹ ہواتھی کہ جس چیز پر سے وہ گزر گئی اسے سکھا کر رکھ دیا۔ اور اگر اسے محاورے کے مفہوم میں لیا جائے تواس کے معنی یہ ہونگے کہ بانچہ عورت کی طرح وہ ایسی ہوا تھی ہوا پنے اندر کوئی نفع نہ رکھتی تھی۔ نہ نوشگوار تھی، نہ بارش لانے والی، نہ درخوں کو بار آور کرنے والی، اور نہ ان فائدوں میں سے کوئی فائدہ اس میں تھا جن کے لیے ہوا کا چلنا مطلوب ہوتا ہے۔ دوسرے مقامات پر بتایا گیا ہے کہ یہ صرف بے خیر اور میں تھا جن کے لیے ہوا کا چلنا مطلوب ہوتا ہے۔ دوسرے مقامات پر بتایا گیا ہے کہ یہ صرف بے خیر اور میں تھا جن کہ نہ تھی بلکہ نمایت شدید آندھی کی شکل میں آئی تھی جس نے لوگوں کو اٹھا اٹھا کر چمخ دیا، اور یہ مسلسل آٹھ دن اور سات راتوں تک چلتی رہی، یہاں تک کہ قوم عاد کے پورے علاقے کو اس نے متس مسلسل آٹھ دن اور سات راتوں تک چلتی رہی، یہاں تک کہ قوم عاد کے پورے علاقے کو اس نے متس نہس کر کے رکھ دیا (تشریح کے لیے ملاظہ ہو تفہیم القرآن، جلد بچارم، تفسیر سورہ ٹم السجدہ، تواشی نمبر 20۔2۔

الاحقاف، حواثبي نمبر25 تا 28)۔

43. And in Thamud (in his story there is a sign), when it was said to them: Enjoy for a while. \*40

نثانی ہے) جب کما گیا ان سے کہ فائدہ اٹھا لوایک وقت تک ۔40\*

\*40 The commentators have disputed as to which respite it implies. Qatadah says that it alludes to that verse of Surah Houd in which it has been stated that when the Thamud killed the she camel of the Prophet Salih (peace be upon him), they were warned by Allah that they had three more days to enjoy life after which they would be overtaken by the torment. Contrary to this, Hasan Basri has expressed the opinion that this thing had been said by the Prophet Salih (peace be upon him) to his people in the beginning of his mission and by this he meant that if they would not adopt the way of repentance and faith, they would be granted a respite to enjoy life in the world only till an appointed time, and then they would be overtaken by the torment. The second of these two commentaries seems to be more correct, for the following verse (But they defied the command of their Lord) indicates that the respite being mentioned here had been given before the defiance and they committed it after the warning. On the contrary, the three days respite mentioned in Surah Houd had been given after the wicked people had committed the final defiance which became decisive in their case and sealed their doom forever afterwards.

40 \*مفسرین میں اس امر پر انتلاف ہے کہ اس سے مراد کون سی مهلت ہے۔ حضرت قنادہ کہتے ہیں کہ ہیہ

اثارہ سورہ ہودکی اس آیت کی طرف ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ ثمود کے لوگوں نے جب صرت صالح کی اوئٹنی کو ہلاک کر دیا تو الله تعالیٰ کی طرف سے ان کو خبردار کر دیا گیا کہ تین دن تک مزے کر لو، اس کے بعد تم پر حذاب آجائے گا۔ مخلاف اس کے حضرت حن بصری کا خیال ہے کہ یہ بات حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی دعوت کے آغاز میں اپنی قوم سے فرمائی تھی اور اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر تم توبہ وایمان کی راہ افتیار نہ کرو گے تو ایک فاص وقت تک ہی تم کو دنیا میں عیش کرنے کی مملت نصیب ہو سکے گی اور اس کے بعد تمہاری شامت آجائے گی۔ ان دونوں تفییروں میں سے دوسری تفییر ہی زیادہ صبح معلوم ہوتی ہے، کیونکہ بعد کی آیت فَعَیَوُ اَ عَنُ اَمُرِ سَرِیّهِ مَرُ (پھرانہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرمابی کی ) یہ بتاتی ہے کہ جس مملت کا یمان ذکر کیا جا رہا ہے وہ سرمابی سے پہلے دی گئی تھی اور انہوں نے سرمابی اس تنبیہ کے بعد جس مملت کا دیمان ذکر کیا گیا ہے وہ ان ظالموں کی طرف کی۔ اس کے بر عکس سورہ ہود والی آیت میں تین دن کی جس مملت کا ذکر کیا گیا ہے وہ ان ظالموں کی طرف سے آخری اور فیصلہ کن سرمابی کا ارتکاب ہوجانے کے بعد دی گئی تھی۔

44. Then they were defiant of the command of their Lord. So seized them the thunderbolt\*41 and they were looking.

فَعُتَوُّا عَنُ اَمُرِ رَبِّهِمُ لِي سَرَكْتَى كَى انهول نے اپنے اللہ انكو مَا كَى اللهِ اللهِ اللهِ فَا خَذَ تُقُمُ الصّعِقَةُ وَ هُمُ اللهِ عَلَى اور وہ ديكھ رہے يَنظُرُونَ فَي اللهِ عَلَى اللهِ

\*41 Different words have been used for this torment at different places in the Quran. Somewhere it has been called rajafah (a frightful and shocking calamity), somewhere saihah (a crashing and thundering disaster), somewhere taghiyah (a most severe affliction) and here it has been described as saiqah (a calamity that strikes like a thunderbolt). Probably this torment was like an earthquake which was also accompanied by a terrible noise.

\*

41 \* قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اس عذاب کے لئے مختلف الفاظ استعال ہوئے ہیں۔ کہیں اسے رجفہ ( دہلا دینے والی اور ہلا مارنے والی آفت) کھا گیا ہے۔ کہیں اس کی صبحہ ( دھاکے اور کردے ) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کہیں اس کے لیے طاغیہ (انتہائی شدید آفت) کا لفظ استعال کیا گیا ہے۔ اور یہاں اس کو صاعقہ کہا گیا ہے جس کے معنی بحلی کی طرح اچانک ٹوٹ پرنے والی آفت کے بھی ہیں اور سخت کراک کے بھی۔ غالباً یہ عذاب ایک ایسے زلزلے کی شکل میں آیا تھا جس کے ساتھ خوفناک آواز بھی تھی۔

فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا المُعرِبِرِ وه طاقت ركھتے تھے كھور \_ 45. Then they were not able to rise up, nor could help themselves. \*42

رہنے کی اور نہ اپنی مدد کر سکتے

كَانُوُ امُنْتَصِرِيْنَ ﴿

\*42 Intisar from which the word muntasirun in the original is derived means to save oneself from an attack by somebody as well as to avenge oneself on the attacker.

42\*اصل الفاظ میں مَا كَا نُو المُنْتَصِدِ يُنَ لِ انتصار كا لفظ عربی زبان میں دو معنوں کے لیے استعال كيا جاتا ہے۔ اس کے ایک معنی ہیں اپنے آپ کوکسی کے حلہ سے بچانا۔ اور دوسرے معنی ہیں حلہ کرنے والے سے بدلہ لینا۔

46. And the people of Noah before, indeed they were a people disobedient.

اور نوح کی قوم ۔اس سے پہلے بیشک وہ لوگ تھے نا فرمان ۔

وَ قَوْمَ نُوْحٍ مِّنَ قَبُلُ ۚ إِنَّهُمُ

كَانُوْاقَوْمًا فْسِقِيْنَ ﴿

47. And the heaven We\*43 built it with strength. And indeed, We make the vast extent. \*44

اور آسمان بنایا ہم نے 43\* اسکو قوت سے اور یقیناً ہم ہر طرح کی وسعت رکھتے ہیں۔

و السَّمَاءَ بَنَيُنهَا بِأَيْدٍ وَّ إِنَّا المُوْسِعُون ﴿

\*43 After presenting historical arguments for Hereafter, now arguments from the universe are being presented in proof of the same.

43\* آخرت کے حق میں تاریخی دلائل پیش کرنے کے بعد اب پھر اسی کے ثبوت میں آفاقی دلائل پیش

\*44 The word musi (pl. musiun) may mean the one who possesses power and means, and also the one who can extend and expand something. According to the first meaning, the verse would mean: We have built this heaven by Our own might and not with somebody else's help, and its erection was in no way beyond Us. Then how can you ever conceive that We shall not be able to recreate it? According to the second meaning, it would mean: This huge universe that We have created, is not a finished work, but We are expanding it continuously, and new and ever new manifestations of Our creation are appearing in it every moment. How do you then think that such a marvelous Creator would not be able to repeat His creation.

44\*اصل الفاظ میں وَ إِنَّا لَهُوْ سِعُوْنَ۔ موسع کے معنی طاقت و مقدرت رکھنے والے کے بھی ہو سکتے ہیں اور وسیع کرنے والے کے بھی۔ پہلے معنی کے لحاظ سے اِس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ آسمان ہم نے کسی کی مدد سے نہیں بلکہ اپنے زور سے بنایا ہے اور اس کی تخلیق ہماری مقدرت سے باہر نہ تھی۔ پھر یہ تصورتم لوگوں کے دماغ میں آخر کیسے آگیا کہ ہم تہیں دو بارہ پیدا نہ کر سکیں گے؟ دوسرے معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہے کہ اس عظیم کائنات کو ہمٰ بس ایک دفعہ بنا کر نہیں رہ گئے ہیں بلکہ مسلسل اس میں توسیع کر رہے ہیں اور ہرآن اس میں ہماری تخلیق کے نئے نئے کرشمے رونما ہورہے ہیں۔ ایسی زبر دست خلاق ہستی کو آخرتم نے اعادہ خلق سے عاجز کیوں سمجھ رکھا ہے؟

48. And the earth We have spread it

وَ الْأَرْضُ فَرَشَنْهَا فَنِعُمَ اور زمين بَهِمايا مم نے اسکو توكيا

how **SO** excellent We are, the Spreader. \*45





\*45 For explanation, see E.N. 18 above. For further explanation, see E.N. 74 of Surah An-Naml, E.N. 29 of Surah YaSeen and E.Ns 7 to 10 of Surah Az-Zukhruf.

45\* اس کی تشریح حاشیہ 18 میں گرر چکی ہے۔ مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد سوم، النمل، حاشیہ 74\* اس کی تشریح حاشیہ 29۔ الزخرف، حاشیہ 29۔ الزخرف، حاشیہ 29۔ الزخرف، حاشیہ 29۔ الزخرف، حاشیہ 24۔

49. And of all things We created in pairs, \*46 that you may heed. \*47

وَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقُنَا زَوْجَيْنِ اور ہر چیز کے ہم نے پیدا کئے دو جوڑے\*4<sup>6</sup> ٹاکہ تم نصیحت عاصل

لَعَلَّكُمُ تَنَ كُرُونَ اللهِ

\*46 That is, everything in the world has been created on the principle of the pairs. The whole system of the universe is functioning on the principle that certain things are complementary and matching to certain others, and their combination brings into being countless new forms and combinations. Nothing here is so unique as may have no match, for the fact is that a thing becomes productive only after it has combined with its matching partner. (For further explanation, see E.N. 31 of Surah YaSeen, and E.N. 12 of Surah Az-Zukhruf).

46\* یعنی دنیا کی تمام اشیاء تزوج اصول پر بنائی گئی ہیں۔ یہ سارا کارخانہ عالم اس قاعدے پر چل رہا ہے کہ بعض چیزوں کا بعض چیزوں سے جوڑا لگتا ہے اور پھران کا جوڑا لگئے ہی سے طرح طرح کی ترکیبات وجود میں آتی ہیں۔ یہاں کوئی شے بھی ایسی منفرد نہیں ہے کہ دوسری کوئی شے اس کا جوڑا نہ ہو، بلکہ ہر چیزاپنے جوڑے سے مل کر ہی نتیجہ خیز ہوتی ہے۔ (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد چارم، یس، عاشیہ 31۔

\*47 That is, the erection of the whole universe on the principle of the pairs and the existence of all things in the world in couples is a reality that testifies expressly to the necessity of the Hereafter. If you consider it deeply you will yourself come to the conclusion that when everything in the world has a partner and nothing becomes productive without combining with its partner, how can the life of the world be without a match and partner? Its match and partner necessarily is the Hereafter. Without that partner it would be absolutely fruitless.

To understand what follows one should also understand that the discussion heretofore centers around the Hereafter, but this very discussion and argument afford a proof of the Oneness of God. Just as the argument of the rain, the structure of the earth, the creation of the heavens, man's own existence, the wonderful working of the law of pairs in the universe, testify to the possibility and necessity of the Hereafter, so they are also testifying that neither is this Godless nor it has many gods, but One All-Wise and All-Powerful God alone is its Creator and Master and Controller. That is why in the following verses the invitation to the Oneness of God is being presented on the basis of these very arguments. Furthermore, the inevitable result of believing in the Hereafter is that man should give up his attitude of rebellion against God and should adopt the way of obedience and servitude. He remains turned away from God as long as he remains involved in the false

belief that he is not accountable before anyone and that he

\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*

will not have to render an account of his deeds of the worldly life to anyone. Whenever this misunderstanding is removed, man immediately comes to the realization that he was committing a grave error by regarding himself as irresponsible, and this realization compels him to return to God. That is why immediately after concluding the arguments for the Hereafter, it has been said: So flee unto Allah.

قطعاً بے نتیجہ ہوکررہ جائے۔ آگے مضمون کو سمجھنے کے لیے اس مِقام پر بیہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ اگر چہ یہاں تک ساری بحث

آخرت کے موضوع پر علی آرہی ہے، لیکن اسی بحث اور انہی دلائل سے توحید کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ بارش کا انتظام، زمین کی ساخت، آسمان کی تخلیق، انسان کا اپنا وجود، کائنات میں قانون تزویج کی جیرت انگیز کار فرمائی، یہ ساری چیزیں جس طرح آخرت کے امکان و وجوب پر گواہ ہیں اسی طرح یہی اس بات کی شادت مجھی دے رہی ہیں کہ یہ کائنات نہ بے خدا ہے اور نہ اس کے بہت سے خدا ہیں، بلکہ ایک خدائے حکیم و

قادر مطلق ہی اس کا خالق اور مالک اور مدہر ہے۔ اس لیے آگے انہی دلائل کی بنیاد پر توحید کی دعوت پیش کی جا رہی ہے۔ طلاوہ بریں آخرت کو ماننے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان خدا سے بغاوت کا رویہ چھوڈ کر اطاعت و بندگی کی راہ اختیار کرے۔ وہ خدا سے اسی وقت تک پھرا رہتا ہے جب تک وہ اس غفلت میں مبتلا رہتا ہے

کہ میں کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہوں اور اپنی دنیوی زندگی کے اعال کا کوئی صاب مجھے کسی کو دینا نہیں ہے۔ یہ غلط فہمی جس وقت بھی رفع ہو جائے، اس کے ساتھ ہی فوراً آدمی کے ضمیر میں یہ اصاس ابھر آنا ہے کہ اپنے آپ کو غیر ذمہ دار سمجھ کر وہ ہوئی مصاری غلطی کر رہا تھا اور یہ اصاس اسے غدا کی طرف میلٹنے پر مجور کر دیتا ہے۔ اسی بنا پر آخرت کے دلائل ختم کرتے ہی معاً بعدیہ فرمایا گیا ''پس دوڑو الله کی طرف''۔

50. Hasten then Allah. to Indeed, I am to you from Him a clear warner. \*48

میں ہوں تکو اسکی طرف سے خبردار كرنے والا واضح طور ير۔ 48\*



\*48 Though these sentences are the Word of Allah, the speaker here is not Allah but the Messenger of Allah (peace be upon him). In fact, Allah has made his Messenger say: Flee unto Allah, I am to you from Him a clear warner. An instance of this style is found in the very first Surah of the Quran, Surah Al-Fatihah, where the Word is of Allah, but the speakers are the servants, who say: Iyyaka na budu wa lyyaka nastain; ihdi-nas siratal-mustaqim. Thee alone we worship and to Thee alone we ask for help, show us the straight path. Just as there it has not been said: O believers, pray to your Lord thus, but the context itself shows that it is a supplication which Allah is teaching His servants, so here also it has not been said: O Prophet, say to these people, but the context itself indicates that it is an invitation to the Oneness of God, which the Prophet (peace be upon him) is presenting according to Allah's command. Besides Surah Al-Fatihah, there are also several other instances of this style in the Quran, where though the word is of Allah, the speakers somewhere are the angels and somewhere the Prophet, and the context shows as through whom Allah is speaking at that particular place. For instance, see Surah Maryam, Ayats 64-65; Surah As-Saaffat, Ayats 159-167; Surah Ash-Shuara, Ayat 10.

\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*

48\* یہ فقرے اگرچہ الله ہی کا کلام ہیں مگران میں متکلم الله تعالیٰ نہیں بلکہ نبی صلی الله علیہ وسلم ہیں۔ گویا بات دراصل یوں ہے کہ اللہ اپنے نبی کی زبان سے کہلوا رہا ہے کہ دوڑو اللہ کی طرف، میں تہمیں اس کی طرف سے خبردار کرتا ہوں۔ اس طرز کلام کی مثال قرآن کی اولین سورۃ، یعنی سورہ فاتحہ میں موجود جس میں کلام تو الله تعالیٰ ہی کا ہے مگر متکلم کی حیثیت سے بندے عرض کرتے ہیں: اِیّا ک نَعُبُنُ وَ اِیّا ک نَسْتَعِیْن، الْهُدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ جس طرح وہاں یہ بات نہیں کہی گئی ہے کہ '' اے اہل ایمان تم اپنے رب سے بوں دعا مانگو''، مگر فحوائے کلام سے خود بخود یہ بات منزشح ہوتی ہے کہ یہ ایک دعا ہے جو الله اپنے بندول کو سکھا رہا ہے، اسی طرح یہاں مبھی یہ نہیں فرمایا گیا ہے کہ '' اے نبی تم ان لوگوں سے کہو''، مگر فحوائے کلام خود بتا رہا ہے کہ یہ توحید کی ایک دعوت ہے جو الله تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق نبی صلی الله علیہ و سلم پیش کر رہے ہیں۔ سورہ فاتحہ کے علاوہ اس طرز کلام کی اور بھی متعدد نظیریں قرآن مجید میں موجود ہیں جن میں کلام تواللہ ہی کا ہوتا ہے مگر منتکلم کہیں فرشتے ہوتے ہیں اور کہیں نبی صلی الله علیہ وسلم،اوراس امرکی تصریح کے بغیرکہ یمال متکلم کون ہے، سیاق عبارت سے خود بخود یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ الله اپنا یہ کلام کس کی زبان سے اداکر رہا ہے مثال کے طور پر ملاحظہ ہو مریم 64۔ 65، الصافات 159- 167، الثوریٰ 10۔ وَ لاَ تَجْعَلُوا مَعَ اللهِ إِلْمًا أَخَرَ اللهِ عَاوَ الله كيماته دوسرا معبود make with Allah ۔ بیشک میں ہوں تمکواسکی طرف another god. اِنِّىُ لَكُمْ مِّنْهُ نَنِيْرٌ مُّبِينٌ Indeed, I am to سے خبردار کرنے والا واضح طور پر۔ you from Him a clear warner. 52. Likewise, there كَنْ لِكَ مَا آنَى النَّذِيْنَ مِنْ السيطرح \_ نبيل آيان لوگول ك

did not come to those before them any messenger except they said:

قَبْلِهِمْ مِّنْ سَّسُوْلِ إِلَّا قَالُوْا الْ ان سے سِلے کوئی رسول

سَاحِرٌ أَوْ بَحِنْوُنَ ﴿ اللَّهُ اللَّ

A sorcerer or a madman. \*49

ديواند\_ 49\*

\*49 That is, this has not happened for the first time that the people are calling the Messenger sent by Allah a sorcerer and a madman when they heard the news of the Hereafter and the invitation to the Oneness of Allah from him. The whole history of Prophethood bears evidence that ever since the Messengers started coming for the guidance of mankind, ignorant people have been repeating the same folly in the same manner. Whichever Messenger came and gave them the warning that they were not the servants of many gods but One God alone is their Creator and Deity and Master of their destinies, ignorant people said that he was a sorcerer, who wanted to beguile and misguide them by his sorcery. Whichever Messenger came and warned them that they had not been created and left irresponsible in the world, but that at the conclusion of their life-work they would have to present themselves before their Creator and Master and render an account of their deeds and in consequence thereof they will be rewarded or punished accordingly, the foolish people cried out that he was a madman and had lost his reason because no one could be resurrected after death.

49\* یعنی آج پہلی مرتبہ ہی یہ واقعہ پیش نہیں آیا ہے کہ اللہ کے بیمجے ہوئے رسول کی زبان سے آخرت کی خبر اور توحید کی دعوت سن کر لوگ اسے سامر اور مجنون کہہ رہے ہیں۔ رسالت کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ جب سے نوع انسانی کی ہدایت کے لیے رسول آنے شروع ہوئے ہیں، آج تک جاہل لوگ اسی ایک حاقت کا پوری یکنانیت کے ساتھ اعادہ کیے جلے جا رہے ہیں۔ جس رسول نے بھی آگر خبر دار کیا کہ تم بہت سے پوری یکنانیت کے ساتھ اعادہ کیے جلے جا رہے ہیں۔ جس رسول نے بھی آگر خبر دار کیا کہ تم بہت سے

خداؤں کے بندیے نہیں ہو بلکہ صرف ایک ہی خدا تہمارا خالق و معبود اور تہماری قسمتوں کا مالک و مختار ہے، جا ہلوں نے شور میا دیا کہ یہ جا دوگر ہے جو اپنے افسوں سے ہماری عقلوں کو بگاڑنا چاہتا ہے۔ جس رسول نے بھی آ کر خبر دار کیا کہ تم غیر ذمہ دار بنا کر دنیا میں نہیں چھوڑ دیے گئے ہو بلکہ اپنا کارنامۂ حیات ختم کرنے کے بعد تہمیں اپنے غالق ومالک کے سامنے عاضر ہوکر اپنا صاب دینا ہے اور اس صاب کے نتیجہ میں اپنے اعمال کی جزا و سزا پانی ہے، نادان لوگ چنخ اٹھے کہ یہ پاگل ہے، اس کی عقل ماری گئی ہے، مبطلا مرنے کے بعد ہم کمیں دوبارہ بھی زندہ ہو سکتے ہیں؟

**53.**Did they advise each other for it. Nay, but they are a rebellious people.

اَتُوَاصَوْا بِهِ \* بَلْ هُمْ قَوْمٌ كَالنول نِي آيس ميں وصيت كى ہے اس بات کی ۔ نہیں بلکہ پیر میں لوگ ہی سرکش۔ 50\*

طَاغُون أ

\*50 That is, the fact that the people of different countries and nations adopted the same attitude as against the invitation of the Prophets and opposed them in the same manner in different ages for thousands of years could not be due to the reason that all the former and the latter generations had settled in a conference that whenever a prophet came with his message, he should be given such and such an answer. Then, what could be the reason for the uniformity of their attitude and behavior? There could be other reason for this than that rebellion transgression was their common characteristic. As all the ignorant people of every age have been desirous of living a life free of Allah's service and fearless of His accountability, whoever called them to the service of Allah and to lead a God-conscious life, they gave him one and the same fixed answer.

\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*

This also throws light on an important truth and it is that: The motives that man has been naturally endowed with for adopting error and guidance, goodness and evil, justice and injustice, and similar other conducts, have been appearing in every age and in every corner of the world in the like manner no matter how different might have been their forms due to advancement of means and resources. Whether the man of today fights by means of the tanks and aircraft and hydrogen bombs and the man of the ancient time fought with stones and sticks, the basic motives for fighting between men have always been the same. Likewise, the atheist of today might heap up his arguments for atheism as he likes, his motives for following that creed are precisely the same as had been of an atheist six thousand years ago and in his reasoning also he is not basically any different from his predecessor.

50 \* یعنی یہ بات تو ظاہر ہے کہ ہزارہا ہر س تک ہر زمانے میں مختلف ملکوں اور قوموں کے لوگوں کا دعوت انبیاء کے مقابلے میں ایک ہی رویہ اختیار کرنا، اور ایک ہی طرح کی باتیں ان کے ظلاف بنانا کچھ اس بنا پر تو نہ ہوسکا تھا کہ ایک کانفرنس کر کے ان سب اگلی اور پچھلی نسلوں نے آپس میں یہ طے کر لیا ہو کہ جب کوئی نبی آکر یہ دعوت پیش کرے تو اس کا یہ جواب دیا جائے۔ پھر ان کے رویے کی یہ یکنانی اور ایک ہی طرز ہواب کی یہ مسلسل تکرار کیوں ہے ؟ اس کی کوئی وجہ اس کے سوا شہیں ہے کہ طفیان و سرکشی ان سب کا مشرک وصف ہے۔ پونکہ ہر زمانے کے جابل لوگ خدا کی بندگی سے آزاد اور اس کے محاسبہ سے بے خوف ہو کر دنیا میں شتر بے ممار کی طرح بیلنے کے خواہاں رہے ہیں، اس لیے اور صرف اس لیے جس نے بھی ان کو خدا کی بندگی اور خدا ترسانہ زندگی کی طرف بلایا اس کو وہ ایک ہی لگا بندھا جواب دیتے رہے۔

اس ارشاد سے ایک اور اہم تقیقت پر بھی روشنی پرئتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ ضلالت اور ہدایت، نیکی اور بدی ظلم اور عدل اور ایے ہی دوسرے اعمال کے جو محرکات نفسِ انسانی میں بالطبع موجود ہیں ان کا ظہور ہمیشہ ہر ظلم اور عدل اور ایے ہی دوسرے اعمال کے جو محرکات نفسِ انسانی میں بالطبع موجود ہیں ان کا ظہور ہمیشہ ہر

زمانے میں اور زمین کے ہرگوشے میں ایک ہی طرح ہوتا ہے، نواہ ذرائع و وسائل کی ترقی سے اس کی شکلیں بظاہر کتنی ہی مختلف نظر آتی ہوں۔ آج کا انسان نواہ ٹینکوں اور ہوائی جازوں اور ہائیڈروجن بموں کے ذریعہ سے لڑا ہو، مگر انسانوں کے درمیان جنگ کے بنیادی محرکات میں سرمو فرق نہیں آیا ہے۔ اس طرح آج کا ملحد اپنے الحاد کے لیے دلائل کے نواہ کتنے بنیادی محرکات میں سرمو فرق نہیں آیا ہے۔ اس طرح آج کا ملحد اپنے الحاد کے لیے دلائل کے نواہ کتنے ہی انبار لگاتا رہے، اس کے اس راہ پر جانے کے محرکات بعینہ وہی ہیں جو آج سے 6 ہزار برس پہلے کے کسی ملحد کو اس طرف لے گئے تھے، اور بنیادی طور پر وہ اپنے استدلال میں بھی اپنے سابق پیشواؤں سے کچھ مختلف نہیں ہے۔

54. So turn away from them, for you are not to be blamed. \*51

\*51 In this verse a method of the preaching of religion has been taught which should be well understood. When a preacher of the truth has presented his message clearly before a person with rational arguments, and has also removed his doubts and objections and answered his arguments, he becomes relieved of his duty of making the truth plain. Even after this if the other person persists in his belief and creed, the responsibility for it does not lie on the preacher of the truth. It is no more necessary that he should pursue the same person, should go on spending his time in discussing things with him, and should make it a point that he has somehow to convince the same one man of the truth. The preacher, in fact, has done his duty; if the other man is not convinced, leave him alone. If the preacher does not any more attend to him, he cannot be blamed for

\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*

person himself is responsible for his deviation and error. 51\*اس آیت میں دین کی تبلیغ کا ایک قاعدہ بیان فرمایا گیا ہے جس کواچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ ایک داعی حق جب کسی شخص کے سامنے معقول دلائل کے ساتھ اپنی دعوت صاف صاف پیش کر دے اور اس کے شبات واعتراضات اور دلائل کا جواب مبھی دے دے تو حق واضح کرنے کا جو فرض اس کے ذیعے تھا اس سے وہ سبکدوش ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد مجھی اگر وہ شخص اپنے عقیدہ و خیال پر جا رہے تو اس کی کوئی ذمہ داری داعی حق پر عائد نہیں ہوتی۔ اب کچھ ضرور نہیں کہ وہ اسی شخص کے بیچھے پردارہے، اسی سے بحث میں اپنی عمر کھیائے چلا جائے، اور اس کا کام بس بیر رہ جائے کہ اس ایک آدمی کوکسی نہ کسی طرح اپنا ہم خیال بنانا ہے۔ داعی اپنا فرض اداکر چکا۔وہ نہیں مانتا تو نہ مانے۔ اس کی طرف التفات نہ کرنے پر داعی کو یہ الزام نہیں دیا جا سکتا کہ تم نے ایک آدمی کو گمراہی میں مبتلا رہنے دیا، کیونکہ اب اپنی گمراہی کا وہ سخض خود ذمہ دار رسول الله صلی الله علیہ و سلم کو مخاطب کر کے بیہ قاعدہ اس لیے بیان نہیں کیا گیا ہے کہ معاذ الله آپ اپنی تبلیغ میں بیجا طریقے سے لوگوں کے بیچھے رہ جاتے تھے اور الله تعالیٰ آپ کو اس سے روکنا چاہتا تھا۔ در اصل اس کے بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک داعی حق جب کچھ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ معقول طریقے سے سمجھانے کا حق اداکر چکتا ہے اور ان کے اندر صداور جھگڑالوپن کے آثار دیکھ کر ان سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے تو وہ اس کے چیچے پر جاتے اور اس پر الزام رکھنا شروع کر دیتے ہیں کہ واہ صاحب، آپ اچھے دعوت حق کی علمبردار ہیں، ہم آپ سے بات مجھے کے لیے بحث کرنا چاہتے ہیں، اور آپ ہماری طرف النفات نہیں کرتے۔ مالانکہ اُن کا مقصد بات کو سمجھنا نہیں ہے بلکہ اپنی بٹٹا بھٹی میں داعی کو الجھانا اور محض اس کی تضبیع اوقات كرنا ہوتا ہے۔ اس ليے الله تعالىٰ نے خود اپنے كلام پاك میں بالفاظ صریح يه فرما دياكه ‹ اليے لوگوں كى طرف التفات مذکرو، ان سے بے التفاتی کرنے پر تمہیں کوئی ملامت نہیں کی جا سکتی''۔ اس کے بعد کوئی شخص رسول الله صلی الله علیه و سلم کویه الزام نهیں دے سکتا تھاکہ جوکتاب آپ لے کر آئے ہیں اس کی رو سے توآپ سم ہم کواپنا دین سمجھانے پر مامور میں، پھرآپ سم ہماری باتوں کا جواب کیوں نہیں دیتے۔

And remind, for indeed, reminding benefits the believers. \*52





\*52 The Prophet (peace be upon him) has not been addressed here to be taught this method because, God forbid, in his preaching he unnecessarily pursued the people and Allah wanted to stop him from this fact, the real reason for stating this method is that when a preacher of the truth has done his best to make the people understand his message in a rational way and then seeing the signs of stubbornness in them withdraws from them, the people inveigh against him and start accusing him of indifference and inattention whereas, they, as they say, want to discuss things in order to understand his message. The fact, however, is that they do not intend to understand anything but only to involve the preacher in disputation and waste his time. Therefore, Allah Himself said in clear words: Turn away from them, you are not at all to blame for showing any indifference towards them. After this nobody could blame the Prophet (peace be upon him) that, according to the Book that he had brought, he had been appointed to make them understand his religion, then why he did not answer their objections.

52\* اس آیت میں تبلیغ کا دوسرا قاعدہ بیان کیا گیا ہے۔ دعوت حق کا اصل مقصدان سعیدروحوں تک ایان کی نعمت پہنچانا ہے جواس نعمت کی قدر شناس ہول اور اسے خود عاصل کرنا چاہیں۔ مگر داعی کو بیہ معلوم نہیں ہوتاکہ انسانی معاشرے کے ہزاروں لاکھول افراد میں وہ سعیدروحیں کمال ہیں۔ اس لیے اس کا کام یہ ہے کہ اپنی دعوت عام کا سلسلہ برابر جاری رکھے تاکہ جمال جمال بھی ایمان قبول کرنے والے افراد موجود ہول وہاں اس کی آواز پہنچ جائے۔ یہی لوگ اس کی اصل دولت ہیں۔ انہی کی تلاش اس کا اصل کام ہے۔ اور انہی کو سمیٹ سمیٹ کر غدا کے راستے پر لا کھڑا کرنا اس کے پیش نظر ہونا چاہیے۔ پیچ میں اولا د آدم کا جو فضول عنصر اس کو ملے اس کی طرف بس اسی وقت تک داعی کو توجہ کرنی چاہیے جب تک اسے تجربے سے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ یہ جنس کا سد ہے۔ اس کے کساد و ضاد کا تجربہ ہو جانے کے بعد اسے پھر اپنا قیمتی وقت اس جنس کے لوگوں پر ضائع نہ کرنا چاہیے، کیونکہ یہ اس کی تذکیرسے نفع اٹھانے والے نہیں ہیں۔

56. And I have not created the jinn and the mankind except that they should worship Me. \*53

وَ مَا خَلَقُتُ الْجِنَّ وَ الْإِنْسَ اور نہیں پیداکیا ہے میں نے جنوں اور انسانوں کو مگر ہیہ کہ وہ میری عبادت كريں ـ \*53



\*53 That is, I have not created them for the service of others but for My own service. They should serve Me, for I am their Creator. When no one else has created them, no one else has the right that they should serve him; and how can it be admissible for them that they should serve others instead of Me, their Creator? Here, the question arises that Allah Almighty is not the Creator only of the jinn and men but of the entire universe and of everything in it. Then, why has it been said only about the jinn and men that He has not created them for the service of others but of Himself? Whereas every single creature is there to serve Allah. The answer is: Only the jinn and men have been granted the freedom that they may serve Allah within their sphere of choice if they so like; otherwise they can turn away from Allah's service as well as serve others beside Him. The rest of the creatures in the world do not have this kind of freedom. They do not have any choice whatsoever that they may not worship and serve Allah, or may serve any other. Therefore, only about the jinn and men it has been said here that by turning away from the obedience and servitude of their Creator within the bounds of their option and choice and by serving others than the Creator, they are fighting their own nature. They should know that they have not been created for the service of any other but the Creator, and for them the right way is that they should not abuse the freedom granted to them, but also within the bounds of this freedom they should serve God voluntarily just as every particle of their body is serving Him involuntarily in the sphere where they have not been granted any freedom.

The word *ibadat* (service, worship) in this verse has not been used in the sense of only Prayer, Fasting and other kinds of such worship so that one may understand that the jinn and men have been created only for performing the Prayer, observing the Fast and for praising and glorifying Allah. Although this sense also is included in it, this is not its complete sense. Its complete sense is that the jinn and men have not been created for the worship, obedience and carrying out of the orders of any other but Allah. They are not there to bow to any other, to carry out the orders of any other, to live in fear of any other, to follow the religion enjoined by any other, to look upon any other as the maker and destroyer of ones destiny, and to supplicate to any other than Allah for help. (For further explanation, see E.N. 63 of Surah Saba; E.N. 2 of Surah Az-Zumar; E.N. 30

\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*

of Surah Al-Jathiyah).

Another thing that incidentally becomes quite obvious from this verse is that the jinn are a separate and independent creation from men. This brings out the error of the thinking of those people, who assert that some people from among mankind have been called the jinn in the Quran. This same thing is also confirmed and testified by the following verses of the Quran: Surah Al-Anaam, Ayats 100, 128; Surah Al-Aaraf, Ayats 38, 179; Surah Houd, Ayat 119; Surah Al-Hijr, Ayats 27 to 33; Surah Bani Israil, Ayat 88; Surah Al-Kahf, Ayat 50; Surah As-Sajdah, Ayat 13; Surah Saba, Ayat 41; Surah Suad, Ayats 75, 76; Surah HaMim As-Sajdah, Ayat 25; Surah Al-Ahqaf, Ayat 18; Surah Ar-Rahman, Ayats 15, 39, 56. (For a complete discussion of this question, see E. N. 21 of Surah Al-Anbiya, E.Ns 23, 45 of Surah An-Naml, E.N. 24 of Surah Saba).

53\* یعنی میں نے ان کو دوسروں کی بندگی کے لیے نہیں بلکہ اپنی بندگی کے لیے پیداکیا ہے۔ میری بندگی توان کواس لیے کرنی چاہیے کہ میں ان کا خالق ہوں۔ دوسرے کسی نے جب ان کوپیدا نہیں کیا ہے تواس کو کیا جہ کیا جہ کیا جہ کیا جہ کہ ان کا خالق تو ہوں میں اور کیا جہ پہنچتا ہے کہ ان کا خالق تو ہوں میں اور یہ بندگی کرتے ہوں میں اور یہ بندگی کرتے ہوں کی۔

یماں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ الله تعالیٰ صرف جنوں اور انسانوں ہی کا خالق تو نہیں ہے۔ بلکہ سارے جمان اور اس کی ہر چیز کا خالق ہے، پھر یماں صرف جنوں اور انسانوں ہی کے متعلق کیوں فرمایا گیا کہ میں نے ان کو اپنے سواکسی کی بندگی کے لیے ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ زمین پر صرف جن اور انسان ایسی مخلوق میں جن کو یہ آزادی بخشی گئی ہے کہ اپنے دائرہ اختیار میں الله تعالیٰ کی بندگی کرنا یا میں توکریں، وربہ وہ بندگی سے منہ بھی موڑ سکتے ہیں، اور الله کے سوا

دوسروں کی بندگی بھی کر سکتے ہیں۔ دوسری جتنی مخلوقات بھی اس دنیا میں ہیں وہ اس نوعیت کی کوئی آزادی نہیں رقعتیں۔ ان کے لیے سرے سے کوئی دائرہ اختیار ہے ہی نہیں کہ وہ اس میں اللہ کی بندگی یہ کریں یا کسی اور کی بندگی کر سکیں۔ اس لیے یہاں صرف جنوں اور انسانوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہ اپنے اختیار کے مدود میں اپنے خالق کی اطاعت و عبودیت سے منہ موڑ کر، اور خالق کے سوا دوسروں کی بندگی کر کے خود اپنی فطرت سے لڑ رہے ہیں، ان کو یہ جاننا چاہیے کہ وہ خالق کے سواکسی کی بندگی کے لیے پیدا نہیں کیے گئے ہیں اور ان کے لیے سیدھی راہ یہ ہے کہ جو آزادی انہیں بخثی گئی ہے اسے غلط استعال نہ کریں بلکہ اس آزادی کے حدود میں بھی خود پنی مرضی سے اسی طرح خدا کی بندگی کریں جس طرح ان کے جسم کا رونگٹا رونگٹا ان کی زندگی کے غیرافتیاری مدود میں اس کی بندگی کر رہا ہے۔ عبادت کا لفظ اس آیت میں محض نماز روزے اور اسی نوعیت کی دوسری عبادات کے معنی میں استعال ینہیں کیا گیا ہے کہ کوئی شخص اس کا مطلب یہ لے لے کہ جن اور انسان صرف نماز پڑھنے اور روزے رکھنے اور کسیج و تہلیل کرنے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ یہ مفہوم بھی اگر چہ اس میں شامل ہے، مگر یہ اس کا پورا مفہوم نہیں ہے۔ اس کا پورا مفہوم یہ ہے کہ جن اور انسان الله سواکسی اور کی پرستش اطاعت، فرمانبرداری اور نیاز مندی کے لیے پیداِ نہیں کیے گئے ہیں۔ ان کا کام کسی اور کے سامنے جھکنا، کسی اور کے احکام بجا لانا، کسی اور سے تقویٰ کرنا، کسی اور کے بنانے ہونے دین کی پیروی کرنا، کسی اور کو اپنی قسمتوں کا بنانے اور بگاڑنے والا سمجھنا، اور کسی دوسری مستی کے آگے دعا کے لیے ہاتھ پھیلانا نہیں ہے۔ (مزید تشریح کے لیے ملاحظه هو تقهيم القرآن، جلد چارم، تفسير سوره سبا، حاشيه 63\_ الزمر، حاشيه 2\_ الجاثيير، حاشيه 30\_ ایک اور بات جو ضمنی طور پر اس آیت سے صاف ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جن انسانوں سے الگ ایک منتقل مخلوق ہیں۔ اس سے ان لوگوں کے خیال کی غلطی بالکل واضح ہو جاتی ہے جو دعویٰ کرتے ہیں کہ انسانوں ہی میں سے کچھ لوگوں کو قرآن میں جن کہا گیا ہے۔ اسی حقیقت پر قرآن مجید کی حب ذیل آیات مجھی ناقابل انكار شادت بهم پهنچاتی بین (الانعام،128،100 ـ الاعراف 38، 179، مود، 119، انجر، 27 تا 33 ـ بنی اسرائيل، 88 ـ الكهف، 50 ـ السجده، 13 ـ سبا، 41 ـ ص، 75،767 ـ مم السجده، 25 ـ الاحقاف، 18 ـ الرحمن،

15،39،56 - (اس مسئلے پر مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد، سوم، الانبیاء، حاشیہ 21 - النمل، حاشیہ 23 - النمل، عاشیہ 23 - النمل، عاشیہ 23 - عاشیہ 24 - جلد چارم، تفییر سورہ سبا، حاشیہ 24 ) -

57. I do not want from them any provision, nor do I want that they feed Me. \*54

نہیں چاہتا میں ان سے کوئی رزق اور بنہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ \*54\*



\*54 That is, I do not stand in need of any kind of help from the jinn and men: that My Godhead would not function if they did not worship Me: that I would be no more God if they turned away from My service. I indeed do not stand in need of their service, but it is the demand of their own nature that they should serve Me. They have been created for this very object, and fighting nature would be to their own detriment.

And in saying: I do not ask any sustenance of them nor do I ask them to feed Me, there is a subtle hint to this. Those whom the people, who have turned away from God worship in the world, worship, they indeed stand in need of these their worshipers. If they do not help sustain their godhead, it would not function even for a day. The gods do not provide for the worshipers but the worshipers provide for the gods instead. The gods do not feed them but they feed the gods instead. The gods do not protect them but the worshipers protect the gods instead. The worshipers, in fact, are their army through whom their godhead functions. Wherever the worshipers of the false gods have ceased to exist, or the worshipers have given up their worship, the

gods have lost all their pomp and glory and the world has seen how helpless they have become. Of all the deities Allah Almighty is the only real Deity Whose Godhead is functioning by His own power and might, Who does not take anything from His servants, but He alone gives His servants everything.

54\* یعنی میری کوئی غرض جنوں اور انسانوں سے اٹکی ہوئی نہیں ہے کہ یہ میری عبادت کریں گے تو میری خدائی ہلے گی اور یہ میری بندگی سے منہ موڑ لیں گے تو میں خدا نہ رہوں گا۔ میں ان کی عبادت کا مختاج نہیں ہوں بلکہ میری عبادت کرنا خود ان کی اپنی فطرت کا تقاضا ہے، اسی کے لیے یہ پیدا کیے گئے ہیں، اور اپنی فطرت سے لڑنے میں ان کا اپنا نقصان ہے۔

اور بیہ جو فرمایا کہ '' میں ان سے رزق نہیں جا ہتا اور بنہ یہ جا ہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں''، اس میں ایک لطیف تعریض ہے۔ خدا سے برگشنہ لوگ دنیا میں جن جن کی بندگی بجا لا رہے ہیں، وہ سب در حقیقت اپنے ان بندوں

کے مختاج ہیں۔ یہ ان کی خدائی نہ چلائیں توایک دن بھی وہ نہ چلے۔ وہ ان کے رازق نہیں بلکہ الے یہ ان کورزق پہنچاتے ہیں۔ وہاں ان کو نہیں کھلاتے بلکہ الٹے یہ ان کو کھلاتے ہیں۔ وہ ان کی جان کی محافظ نہیں بلکہ الئے بیہ ان کی جانوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ ان کے لشکر بیہ ہیں جن کے بل پر ان کی خدائی چلتی ہے۔

جمال بھی ان جھوٹے خداؤں کی حایت کرنے والے بندے نہ رہے، یا بندوں نے ان کی حایت سے ہاتھ تھینج لیا وہاں ان کے سب ٹھاٹھ رہے رہ گئے اور دنیا کی انکھوں نے ان کی کسمیرس کا عال دیکھ لیا۔ سارے

معبودوں میں اکیلا ایک اللہ جل شانہ ہی وہ تھیقی معبود ہے جس کی خدائی اینے بل بوتے پر چل رہی ہے، جو اینے بندوں سے کچھ لیتا نہیں بلکہ وہی اینے بندوں کو سب کچھ دیتا ہے۔

58. Indeed Allah, He is the Provider, the Possessor of power, the Strong.

اِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّرَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ البيك الله مي رزق دين والا ب زور آور ہے مضبوط ہے۔ 55\*

\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*



\*55 The word *mateen* as used in the original means strong and stable whom nobody can shake and move.

55\* اصل میں لفظ '' متین '' استعال کیا گیا ہے جس کے معنی میں مضبوط اور غیر متزلزل، جبے کوئی ہلا نہ سکتا ہو۔

59. Then indeed, for those who have wronged \*56 is a portion (of punishment) like the portion of their companions, so let them not ask Me to hasten. \*57

سو بینک انلوگوں کے لئے جنہوں
نے ظلم کیا <sup>56\*</sup> صد (عذاب کا)
مقرر ہے جیبا صد مقرر ہوا انکے
ساتھیوں کو تو نہیں انکو مجھ سے
جلدی کرنی چاہیے۔ <sup>57</sup>\*

فَانَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوا ذَنُوْبًا مِّثُلَ ذَنُوْبِ أَصْحَبِهِمُ فَلاَ مِشْلُ ذَنُوْبِ أَصْحَبِهِمُ فَلاَ

\*56 Those who have wronged: Those who have violated the reality and the truth and their own nature. The context itself shows that those who have done wrong, here implies the people who are serving others than the Lord of the universe, who disbelieve in the Hereafter, who regard themselves as irresponsible in the world, and have denied those Prophets who have tried to make them understand the reality.

56\* ظلم سے مرادیماں تقیقت اور، صداقت پر ظلم کرنا، اور خود اپنی فطرت پر ظلم کرنا ہے۔ سیاق و سباق خود بنا رہا ہے کہ یماں ظلم کرنے والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جو خداوند عالم کے سوا دوسروں کی بندگی کر رہے ہیں، جو آخرت کے منکر ہیں اور اپنے آپ کو دنیا میں غیر ذمہ دار سمجھ رہے ہیں، اور ان انبیاء کو جھٹلا رہے ہیں جنوں نے ان کو حقیقت سے خبر دار کرنے کی کوشش کی ہے۔

\*57 This is the answer to the disbelievers' demand: Why

\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*

\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*





